نغماتِ ناہید

مُصنفہ

عطا ثانی جناب گوہر علیخان صاحب گوہر رامپوری مصنف کتب ہائے کثیرہ

پبلشر

محب علی خاں قادری خلف اکبر گوہر رامپوری

مطبوعہ ناظم پریس رامپور

جنگ نامہ یزید

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دلا حمد رب کی ہو کیونکر رقم — کہ سکتے کے عالم میں ہے خود قلم
نہ قاصر ہو کیوں اُسکی توصیف سے — جو بالا و برتر ہے تعریف سے
اسی کے ہیں جلوے یہ باغ و بہار — اُسی نے بنائے یہ لیل و نہار
غرض قول کا اپنے صادق ہے وہ — کہ مخلوق اول کا خالق ہے وہ
وہ مخلوق اول ہیں شاہِ ہدا — جو ہیں لایقِ حمد بعد از خدا
مبارک بھی ہیں آپ مسعود بھی — محمدؐ بھی ہیں اور محمود بھی
ستایش ہو کیا آل و اصحاب کی — ہیں شاخیں اسی نخلِ شاداب کی
امیرِ عرب مالکِ مشرقین — انھیں کے پسر ہیں حسنؓ اور حسینؓ
مرے لب پہ آیا جو نامِ حسینؓ — طبیعت نے میری کئے مجھ سے بین
ہوا نام جن شہ کا وردِ زباں — مفصل کر اُن کی حکایت بیاں
یہ سنتے ہی میں ہو گیا سرنگوں — کہ یہ قصۂ درد کیوں کر لکھوں
کروں کیسے تمہید اس ذکر کی — نہ آیا سمجھ میں بہت فکر کی
اسیوقت اک مشفقِ خوش خرام — قریب آکے بولے یہ بعد از سلام
میں لایا ہوں اک داستانِ عجیب — سراسر جو ہے اک بیانِ عجیب
لکھا واقعہ بھوکے پیاسے کا ہے — یہ قصہ نبی کے نواسہ کا ہے
فقط نثر میں فکرِ خامہ ہے یہ — مگر اصل میں جنگ نامہ ہے یہ
مرا جامِ امید بھر دیجئے — کہ اس نثر کو نظم کر دیجئے

یزید لعیں کا ہے سب اس میں حال ٹپکتا ہے اس سے سراسر ملال
ہوئی کربلا میں لڑائی جو تھی وہی حالت اس میں ہے بالکل لکھی
زباں بعد پھر نظم کر دیجے کرم اپنا مجھ پر ذرا کیجے
مگر نظم ہو اس کی اعلیٰ تریں نہ ہو قافیہ بدلہ اک بھی کہیں
اٹھا کر قلم نظم میں نے کیا یہ بارِ الم اپنے سر پر لیا
لکھا ہو بہو وہی اے ذی حشم جو قلمی کتابت میں پایا رقم
پڑھیں گے اگر آپ جی تھام کر تو ہو جائے گا سارا ٹکڑے جگر
بیاں کر تو گو ہر وہ رنج و ملال شہیدانِ غم کی مصیبت کا حال

در احوال امام حسینؑ پرورش یافتہ رسول الثقلین

اٹھا سر قلم سجدے سے تو ذرا کہ لکھنا ہے کچھ حال حسنین کا
لکھا ہے یہ سر الشہادتین[۱] حال ذرا غور سے سنئے اے خوشخصال
خدا نے نبی کو شرف وہ دیا کسی نے نہ پایا تھا یہ مرتبا
ہر اک مرتبہ ان کو جب مل گیا فقط اک شہادت کا باقی رہا
کیا پھر یہ خالق نے فوراً خیال کروں ختم یہ بھی بحسن و جمال
ہوئیں ختم جب اُن پہ سب خوبیاں تو ربُّ العلا کو ہوا یہ گماں
اگر پائیں گے یہ شہادت جلی (یعنی ظاہری) شریعت میں پڑ جائے گی ابتری
وہیں کر دیا حق نے یہ انتظام نبی پاک کی شکل کے دو امام

۱ یہ رسالہ عربی زبان میں شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف سے ہے ۱۲

کئے پیدا حق سترہ نے وہیں
جنھیں کہتے سب ہیں حسنؓ اور حسینؓ
انھیں پر ہوئی ختم شکلِ نبیؐ
سُنا ہم کو گوہر ذرا ان کا حال

نواسے نبی کے دو عین الیقیں
یہی بنتِ احمدؐ (بیٹی محمد صلعم کے بیٹی) کے ہیں نورِ عین
یہ ہیں نصفِ تن دونوں ابنِ علیؓ
کہ جن سے نمایاں ہوں رنج و ملال

یزید پلید کا امام حسین علیہ السلام سے بیعت طلب کرنا اور ان کا بوجہ فاسق و فاجر ہونے کے انکار کر دینا

کیا حق نے پھر اس طرح انتظام
کہ دشمن وہ سبطِ نبی (نواسہ نبی) کا بنا
وہ جب تخت پر جلوہ آرا ہوا
کہ سبطِ نبی سے کہو جلد جا
نہ ہو ان کو منظور یہ بات اگر
سنا جب یہ ابنِ علیؓ (بیٹے علی) نے کلام
اگر فسق سے اپنے توبہ کرے
وگرنہ میں حاضر ہوں ہر بات کو
ہوا ظلم پھر تو وہ زیرِ فلک
زمیں کانپی لرزہ فلک بے شمار
جہاں سے گیا ہائے ابنِ علیؓ

یزید لعیں سے کرایا یہ کام
گنہ سارے دوزخ کو لے کر گیا
یہی سب کو اس کا اشارا ہوا
وہ بیعت کریں میری اب برملا
تو لڑنے کو آئیں وہ فوراً ادھر
کہا فاسقوں (گنہگار بدکار) کی ہے بیعت حرام
تو اس وقت بیعت کو مجھ سے کہے
بدی کا عوض دینے بد ذات کو
کہ ٹھہرا گئے جس سے مہر و ملک
نہ آتا تھا دل کو کسی کے قرار (آفتاب و فرشتے)
مچی ساری دنیا میں اب کھلبلی

سنا جس نے دل تھام کر رہ گیا
وہ دنیا سے گویا کہ بس کھو گیا

ہوا جبکہ گھر فاطمہ رضؓ کا تباہ
رہا کوئی باقی نہ نور نگاہ (یعنی اولاد ۱۲)

فقط ایک بیمار عابد بچے
سبھی صدمے نبھنے سے دل پر سہے

سند اس کی دنیا میں ہے آشکار
توجہ کر اس پر ذرا غمگسار

فلک پر نمایاں ہے خون شہید
شفق (وہ سرخی جو شام کے وقت آسمان پر ہوتی ہے ۱۲) جس کو کہتے ہیں اے بوسعید (اے بیٹے نیک مرد کے)

اسی دن سے ہے یہ فلک خونچکاں
یہ مہر شہادت ہے سنئے اے مہرباں

سنا جس نے یہ قصہ دلخراش (دل کو چھیلنے والا)
کیا اس نے اپنا جگر پاش پاش (ٹکڑے ٹکڑے)

حضرت امام حسین علیہ السلام کی مدد کو اللہ جل شانہ کا ستر ہزار فرشتوں کو بھیجنا

یہ راوی نے قصہ ہے سارا لکھا
حسین ابن حیدر رضؓ کا اے دلربا

ہوئے کربلا میں وہ جس دم شہید
مچائی تھی کفار نے گھر میں عید

خدا نے مدد ان کی فرمائی تھی
کمک سب فرشتوں کی بھجوائی تھی

بتاتے ہیں آئے تھے ستر ہزار
فرشتوں کی افواج اے ذی وقار

اجازت نہ لڑنے کی ان کو ملی
کھڑی فوج منہ کو ہی تکتی رہی

شہادت سے جس دم وہ فارغ ہوئے
سبھی خیمے پھر لوٹنے کو چلے

دیا حکم شمر لعیں نے شتاب
کہ سب لوٹ لو خیمہ ہائے جناب

ادھر خارجی دشت چلے دوڑ کر
کیا لوٹ کر خیمہ بے مال و زر

یہاں تک کہ بی بی سکینہ کی بھی ۔۔۔ اُتاریں وہیں بالیاں کان کی
کہا سب کو قبضہ میں باافتخار ۔۔۔ عمر سعد نے یہ کہا پھر پکار
نہ جائے کوئی خیمہ میں زینہار ۔۔۔ وگرنہ کیا جائے گا بے وقار

ایک مرغِ سفید کا لاشِ حسین علیہ السلام پر آنا اور خونِ امام میں لوٹ کر اپنے پروں کو رنگیں بنا کر اُڑ جانا

شہادت سے فارغ ہوئے جب لعیں ۔۔۔ تو بے سر کے لاشوں کو چھوڑا وہیں
چلے لے کے پھر مرتد (کافر) و نابکار ۔۔۔ رہا دشت میں جب نہ وہ ذی وقار
تو ایک مرغ آیا وہاں پر سفید ۔۔۔ نہ وہ جانتا تھا زمانہ کے کید (مکر و فریب)
تڑپ کر وہ آیا زمیں پر شتاب ۔۔۔ رہا خون میں لوٹتا دل کباب
رنگے خون میں اپنے سب بال و پر ۔۔۔ قلق سے تڑپتا تھا خستہ جگر
کیا اس نے پرواز باصد ملال ۔۔۔ گیا اُڑ کے وہ طائرِ خستہ حال
جہاں اور طائر تھے بیٹھے تمام ۔۔۔ کیا اس نے بھی ان میں جا کر قیام
وہ سب شاخوں پر بیٹھے تھے شادماں ۔۔۔ گیا ان میں یہ بھی باآہ و فغاں
تمامی درختوں پہ تھے طائراں ۔۔۔ وہ مصروف کھانے میں تھے بیگماں
چلا یہ بھی غمگیں صورت وہاں ۔۔۔ گیا بیٹھ اک شاخ پر نیم جاں
پروں سے ٹپکتا تھا خونِ امام ۔۔۔ دیا اس نے ان طائروں کو پیام
یہ افسوس آتا ہے تم پر ہمیں ۔۔۔ نہیں کچھ خبر اس کی ہرگز تمہیں

نبی کا نواسہ ہوا قتل آج | حیاتِ خوشی کا ہوا گل سراج (چراغ)
زمیں پر پڑا ہے تن نازنیں | ملا اس کو اب تک کفن بھی نہیں
کیا ایک راوی نے یہ بھی بیاں | سنیں آپ اس کو بصد شوق یاں
ندا اس کو ہاتف نے یہ دی وہاں | کہ تم شاد بیٹھے ہو یاں طائراں
وہاں ہو گیا قتل سبطِ نبیؐ | یہاں عیش کرتے ہو بیٹھے سبھی
اگر تم کو اس کی نہیں کچھ خبر | کہ دنیا میں کیا گذری سادات پر
اُڑے ہوش ان کے یہ سنکر وہاں | گئے کربلا کو وہ سب بے گماں
عجب سانحہ آیا اُن کو نظر | تڑپتا تھا زہرا کا لختِ جگر
زمیں پر تھا خوں میں نہایا پڑا | نبی جس کا چومے تھے ہر دم گلا
نمازوں میں جو چڑھتا تھا پیٹھ پر | شتر جس کا بنتے تھے خیر البشر (بہترین انسانوں کے)
اسے خاک پر ظالموں نے لٹایا | کیا ذبح اس شخص کو بے خطا
کیا خوب گریہ سبھوں نے وہاں | رہے دیر تک سب وہ نالہ کناں
ازاں بعد خوں میں نہلے وہ سب | اڑے ہر طرف کو برنج و تعب
انھیں تھی یہ عالم میں دینا خبر | شہیدانِ مظلوم کی گھر بہ گھر
اور اک نے مدینہ میں جا کر کہا | لو سبطِ نبی دھر سے چل بسا
سنایا اہلِ مدینے جب یہ کلام (مدینے کے رہنے والوں نے) | ہوئے سن کے بیتاب غایت تمام
کیا سب نے ماتم بصد درد و آہ | اُڑا طائرہ پیکر انتباہ

روایت در فضیلت خون حسین علیہ السلام اور صحت پانا

دختر یہودی کا بوجہ سلب گوڑہ کے باغ میں ڈلوادی گئی تھی

بیاں کرتا راوی ہے یہ خوش کلام
ٹپکتی ہے جس بات سے صداقت تمام

یہودی یہاں اک رہا کرتا تھا
وہ رکھتا تھا دختر بھی اک مہ لقا

جواں ہو گئی جبکہ وہ سیمبر
تو پڑتی تھی ہر اک کی اس پر نظر

کوئی اس کی صورت کا شیدا ہوا
کوئی بے درم اس کا بندہ ہوا

ہر اک جا سے شادی کے آئے پیام
ہوا شہرہ عالم میں اس کا تمام

یکایک مرض اس پہ ایسا گرا
کہ اندھی ہوئی آنکھوں سے دلربا

بدن بھی ہوا اس کا پھر سارا شل
تڑپتے تھے صدمے سے ہاتھوں کو مل

کئے لاکھوں اس کے پدر نے علاج
ہوا رو بہ صحت نہ اس کا مزاج

اطبّا نے پھر یہ دیا مشورہ
کہ تبدیل کیجے گا آب و ہوا

اسے باغ میں رکھئے شام و پگاہ
رہے تا نہ اس پر کسی کی نگاہ

رہے پاس اس کے فقط اک پدر
کرے ہر طرح پر یہ خود بھی حذر

مناسب ہے تبدیل کرنا مکاں
یہی اس کی صحت کا اک ہے نشاں

گئے باغ میں لے کے لڑکی کو سب
کہا تیرا حافظ ہے اب تیرا رب

چلے آئے سب چھوڑ کر اہل کار
رہا باپ بیٹی وہاں دلفگار

تسلی وہ کرتا تھا اس کی مدام
یہ سب تیری صحت کا ہے انتظام

خدا تجھ کو اچھا کرے گا ضرور
عنایت سے اپنی وہ اے ذی شعور

نہ کر رنج اصلا تو اس بات کا
تجھے ایک دن ہوگی صحت عطا

رہے مدتوں باپ بیٹی وہاں — نہ صحت کا ظاہر تھا کوئی نشاں
کہا ایک دن بیٹی سے یہ پکار — ہیں جاتا ہوں اب شہر کو ذی وقار
دوائی کوئی اور اب لاؤں گا — حکیموں کو یا تجھکو دکھلاؤں گا
ادھر کو گیا جب پدر دلفگار — جدائی سے اس کی ہوئی بیقرار
پریشان بیٹھی تھی وہ گل جہاں — کہ اتنے ہیں اک طائر آیا وہاں
وہ روتا ہوا درد سے بے گماں — اسے گھیرا سب طائروں نے وہاں
فغاں اسکے ہوتا تھا ٹکڑے جگر — کچھ ایسی تھی آواز وہ پُر اثر
سنا جب یہ دختر نے حال تباہ — تو کی اسنے اوپر کو فوراً نگاہ
نظر اس کو آیا نہ جب کچھ وہاں — تو مضطر ہوئی وہ بہت جان جاں
مگر ایک قطرہ لہو کا گرا — جو سیدھا ہی آنکھوں میں جا کر رکا
کرم اسنے آنکھوں پہ اپنا کیا — وہ تارا سی روشن ہوئیں پرضیا
لگی پھر تو وہ چارسو دیکھنے — ہر اک غنچہ کا رنگ و بو دیکھنے
ٹپکتا پروں سے تھا اسکے لہو — ہوا خون سے خوب وہ سرخ رو
گرا اس کے تن سے پھر اک قطرہ اور — لیا اس نے ہاتھوں پہ اس کو بفور
ہوئی اس کو صحت بفضل خدا — رہا دکھ نہ باقی کوئی بھی ذرا
ہوا جسم چندن سا اس کا تمام (چاندی کی مانند ۱۲) — خدا کی عنایت کا تھا انصرام (انجام ۱۲)
کیا اسنے اس پر تھا اپنا کرم — بنی اس لئے ماہ پارہ (چاند کا ٹکڑا ۱۲) صنم (معشوق ۱۲)
ٹہلتی روش پر تھی ہرسو گھڑی — نظر باپ کی اسپہ جس دم پڑی
تعجب ہوا اسکو یہ دیکھ کر — کہ آئی یہ عورت کہاں سے ادھر

گیا پاس اُس کے بصد التجا
یہاں میری بیٹی رہا کرتی تھی
وہ اس بات کو سن کے غایت ہنسی (بہت ۱۲)
جسے تو نے لا کر رکھا تھا یہاں
پدر سن کے بے حد ہوا باغ باغ
اُسے سنکے سکتہ سا یہ ہو گیا
کہا کیا الٰہی ہے یہ ماجرا
کوئی خواب تو ہوں نہیں دیکھتا
کہا دل سے ہشیار ہو اے اخی (بھائی ۱۲)
خدا کی عنایت کا ہے یہ کرم
کہا سب مفصل وہ قصہ تمام
گئی باپ کو لے کے وہ اس طرف
شجر پہ وہ بیٹھا تھا طائر جہاں
یہودی نے اُس سے کہا اے اخی
نہایا ہے خوں میں تو کس کے بھلا
کہ جس کی یہ تاثیر ہے خون میں
مرض کو یہ دیتا ہے دم میں شفا
ہوا گویا۔ وہ طائر خوشنما
یہاں سے قریں ہے جو کرب و بلا

کہانی بی بتلائے تو ذرا
وہ آنکھوں سے معذور گم سم تھی
کہا تیری بیٹی ہوں بابا وہی
وہی ماہ پارہ ہوں اے مہرباں
ہوا عقل تیرہ کا روشن چراغ (کم سمجھی کا ۱۲)
کھڑا دیر تک چپ یونہی وہ رہا
سمجھ میں نہیں آتا کچھ بھی ذرا
حواسوں سے تو کچھ نہیں کھو گیا
نہ شک دل میں ہرگز نہ لا تو ذری
کہ دس بھر میں کھویا وہ سارا الم
پدر سے بصد شوق اے ذوالکرام (زیادہ مہربانی کرنیوالے ۱۲)
جہاں اُس نے پایا تھا خوبہ شرف
سبھی خوں میں ڈوبا ہوا بیگماں
بتا حال اپنا تو مجھ کو ذری
وہ ہے کون سا صاحب اتقا (پرہیز گار ۱۲)
جو ٹھہری نہ ہرگز بھی مکنون میں (چھپا ہوا ۱۲)
اثر اس میں بالکل ہے اکسیر کا
کہوں کیا مصیبت کا میں ماجرا
وہیں پر ستم یہ ہوا برملا

درختوں پہ بیٹھے تھے ہم طائراں — بعیش و خوشی شاد و خرّم وہاں
کسی نے ندا دی یہ ہم کو شتاب — کہ سننے سے جس کے ہوا دل کباب
کہا قتل ابنِ علی رض ہو گیا — مقدّر بھی سبطِ نبیؐ سو گیا
اک عالم ہے مصروف صرفِ بکا — مگر تم ہو عشرت میں سب مبتلا
سُنا جس گھڑی یہ سخن پُر ملال — گئے دوڑے اس سمت کو خستہ حال
وہاں ہم نے دیکھا عجب ماجرا — کہ اک شخص تھا خوں میں غلطاں پڑا
مگر سر نہ رکھتا تھا وہ جسم پر — پڑا خوں میں تھا وہ سب تر بہ تر
گئے پاس ہم سارے خستہ جگر — رنگے خون میں اُس کے سب بال و پر
بزرگی اسی خون کی ہے یہ اخی — جو بیمار کو دم میں صحت ہوئی
سُنا جب یہودی نے اس کا یہ حال — کھڑا دیر تک وہ رہا پُر ملال
کہا یہ بلا شک ہے سبطِ نبیؐ — بزرگی ہے ساری اسی خون کی
نواسا نبیؐ کا نہ ہوتا اگر — تو اچھی نہ ہوتی یہ لختِ جگر
بلاشک محمد ہیں برحق رسول — شفاعت کری حق نے انکی قبول
میں ایماں لاتا ہوں اے طائراں — محمدؐ پہ با صدق دل بے گماں
وہ کلمہ شہادت کا پڑھ کر شتاب — کیا بیٹی کو بھی مسلماں جناب
مسلمان پھر سارا کنبہ ہوا — کرم اُس پہ ربّ العلا کا ہوا
ولے یہ بزرگی ہے اُس خون کی — جو قطرے گرے تن سے سبطِ نبیؐ
خدائی یہ قدرت کا سب ہے مآل — اسی کی عنایت پہ رکھے خیال
نہ ہووے بشر کوئی نازاں کبھی — بگڑتی ہے دم بھر میں ساری بنی

سنا جس طرح قصہ تو نے ابھی	یہی حال دنیا کا سب ہے اخی
سنا اب شہادت کا کچھ ماجرا	برائے خدا ہم کو گو ہو خطر ذرا

حضرت امام حسین علیہ السلام کی شہادت کے وقوع میں آنے سے ایک درخت کی جڑ سے خون کا بہنا

لکھا ایک راوی نے یہ بھی ہے حال	ہے روضہ[۱] میں کی اس نے قیل و قال
کہی ام معبدؓ نے بھی ہے یہ بات	سناتا ہوں تجھ کو جو اے خوش صفات
روایت وہ کرتا ہے اس طور سے	سنیں آپ اسکو ذرا غور سے
جناب محمد بفضل خدا	مرے خیمہ میں سوئے اک شب تھے آ
سحر کو اٹھے جب وہ عالی جناب	برائے وضو پانی مانگا شتاب
گئے بیٹھ گوشہ میں اک زود تر	وضو کرنے کو پھر وہ عالی گہر
گرا جو غراروں کا پانی وہاں	سحر کو شجر دیکھا اس جا عیاں
ثمر سے تھا بالکل وہ سارا لدا	وہاں لوگوں کا ایک تماشا ہوا
ہر اک دیکھ کر اس کو حیرت میں تھا	تماشا یہ قدرت کا حق کی ہوا
ذرا دیر میں اس میں پھل آ گیا	یہ تاثیر اپنی وہ دکھلا گیا
اگر بھوکا کھاتا شکم بھرتا تھا	وہ فکر غذا میں نہ غم کرتا تھا
اگر پیاسا کھاتا تو بجھ جاتی پیاس	نہیں ہوتی پھر اس کو پانی کی آس

۱؎ روضہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ۱۲

اگر کھاتا بیمار اس کو کبھی　　تو ہو جاتی صحت بفضلِ نبیؐ
اگر پیٹ کھاتا کوئی جانور　　تو بڑھ جاتا دودھ اس کا پھر بیخطر
شجر اور مبارک رکھا اسکا نام　　ثمر اس کی دنیا میں سب کو مدام
ہر اک اس کے پھل کا طلبگار تھا　　شفا کے لئے آتا بیمار تھا
ہوا ایک دن یہ عجب ماجرا　　سحر کو اٹھا میں جو سو کر ذرا
تو دیکھا شجر کا عجب حال تھا　　نہ میوہ تھا اس میں نہ پتا بڑا
فقط چھوٹے چھوٹے تھے پتے لگے　　وہ بھی آتشِ غم سے گویا جلے
مجھے دیکھ کر پھر تو حیرت ہوئی　　الٰہی یہ کیوں ایسی صورت ہوئی
اسی غم میں ہر وقت رہنے لگا　　تفکر کے صدمے میں سہنے لگا
پھر اتنے میں مجھ کو خبر یہ ملی　　کہ دنیا سے رحلت نبیؐ کی ہوئی
کوچ دنیا سے ۱۲
ازاں بعد پھل اس میں آتے رہے　　مگر قد میں چھوٹے وہ بالکل رہے
برس تیس[۳۰] گزرے جو اس بات کو　　میں سوتا تھا اک دن پڑا رات کو
کسی نے ندا دی یہ مجھ کو شتاب　　کہ کیوں اس قدر سوتا ہے بیحساب
اٹھا میں جو گھبرا کے پھر خواب سے　　کہا حال سارا یہ احباب سے
شجر پہ جو کی میں نے جا کر نگاہ　　تو نکلی جگر سے مری ایک آہ
وہ سب گویا کانٹوں سے تھا بھر گیا　　نہ پھل کوئی کچا نہ پکا رہا
رہا دیر تک سوچ مجھ کو بڑا　　الٰہی کرم اپنا کر تو ذرا
کہ اتنے میں آ کر کسی نے کہا　　اٹھے اس جہاں سے شہِ لافتیٰ
حضرت علیؓ ۱۲
نہ پھل اس شجر میں پھر آیا کبھی　　مگر پتے دیتے اثر تھے وہی

ازاں بعد دیکھا ستم یہ نیا | کہ جڑ سے شجر کی ہے خون بہ رہا
جو تھے اس میں پتے بھی کمہلا گئے | وہ شاخوں ہیں دیکھے تو مرجھا گئے
بنیا دھیان دل میں یہ آکر جما | کہ یا رب کوئی حادثہ[واقعہ مصیبت] ہے بڑا
جو اس طرح عالم ہے صرف بکا | کہ خوں ہے درختوں کی جڑ سے بہا
ہوئی رات عالم ہیں جب جلوہ گر | تو رونے کی آواز آئی اِدھر
مگر رونے والا نہ پایا کوئی | نظر میں نہ اپنی سمایا کوئی
پھرا تنے میں آکر کسی نے کہا | نواسہ نبی کا جہاں سے گیا
سنا جس نے بیہوش وہ ہو گیا | حواس اپنے گویا کہ سب کھو گیا

روانہ ہونا لشکر عمر بن سعد کا بعد تین روز کے کربلائے معلیٰ سے کوفے کو اور سپرد کرنا سر اقدس امام حسین علیہ السلام کا خولی کو

عمر سعد نے یہ کہا پھر پکار | ادھر آ تو خولی ذرا بہرِ کار
سُنا جب یہ خولی نے دوڑا ادھر | کہا کیا ہے ارشاد عالی گہر
دیا اس کو سر شاہ سبطِ نبیؐ | چلا شاد و خرم وہ لشکر سبھی
رہیں لاشیں سب دشت ہیں وہ پڑی | چلے اونٹوں پہ چڑھ کے سارے شقی
تڑپتی تھیں زینب بصد درد و آہ | جُدائی سے بھائی کی ہو کر تباہ
نہ تھا چین ہرگز کسی کو وہاں | زمیں پر تڑپتے تھے سب بے گماں
خدا سے مگر کرتے فریاد تھے | تحمّل سے سہتے وہ بیداد تھے

پڑی رسیاں تھیں گلے میں تمام — وہ تیغ زباں پر چلی لا کلام
لکھا روضۃ میں سارا خولی کا حال — بیاں کر تو گوہر وہ شیریں مقال

خولی کا اپنے مکان پر پہونچنا۔ بخوف اپنی بی بی کے سر اقدس کو تنور میں چھپانا

چلا کر بلا سے جو خولی ادھر — سر شاہ دیں لے کے وہ سربسر
بصد طے منازل وہ گھر کو گیا — جو دو کوس کوفہ سے وہ دور تھا
گیا پاس زوجہ کے با صد خوشی — مگر دل کو دہشت تھی اس کے بڑی
سبب اس کا کرتے ہیں سب یہ بیاں — کہ سبط نبی پر وہ دیتی تھی جاں
وہ تھے دوستداران سبط نبی — بہت دل میں رکھتی تھی حب علی
توجہ تھی اس کی اسی بات پر — نہ کھل جائے کچھ بھید بدذات پر
بخوف اپنی بی بی کے سر الجناب — چھپایا تھا تنور میں جا شتاب
کہا اس کی بی بی نے اے خیرہ فار — کہاں تھے کئی دن سے والا تبار
کہا اپنی بی بی سے یہ ماجرا — مفصل جو گزرا اے دل ربا
کہ تھا اک جو ان مدعی یزید — کیا اس کو جا کر کے ہم نے شہید
ظفر پائی ہے جنے بڑی دھوم سے — گئے قید سارے وہ معصوم سے
انھیں لائے ہیں ہم یہاں باندھ کر — تڑپتے ہیں روتے ہیں خستہ جگر
ازاں بعد بی بی نے کھانا پکا — رکھا سامنے اس کے کھانے کو لا

غرض کھانا کھاتے ہی وہ سو گیا — یوں ہی عمر اپنی کو وہ کھو گیا
مگر اس کی بی بی تھی اک نیک کار — بڑی حق پرست اور تہجد گذار
سدا شب کو اٹھکر وہ پڑھتی نماز — بسر زندگی کرتی با امتیاز
وہ اس شب بھی پڑھنے اٹھی تھی نماز — کھلا اس لئے اس پہ پوشیدہ راز
مجلی تھا گھر روشنی سے تمام — یہ معلوم ہوتا تھا اے ذوالکرام
کہ ہیں لاکھوں فانوس روشن وہاں — سراسر تجلی ہے جس سے عیاں
کیا غور دل میں کہ کیا ہے سبب — جو روشن ہیں دیوار و در سائے اب
نکلتے جو شعلے ہیں تنور سے — وہ تکتی تھی بیٹھی ہوئی دور سے
پریشاں ہوئی دیکھ کر یہ سماں — ہوا آگ کا اس کے دلمیں گماں
کہا میں نے تو واں جلائی نہ تھی — کبھی آگ ہرگز جگائی نہ تھی
پھر آئی کہاں سے ہے اب روشنی — جو جاتی ہے یہ آسماں پر چڑھی
پریشاں کھڑی تھی اسی حال میں — پھنسی دام غم کے وہ جنجال میں
چہار عورتیں آئی روتی ہوئیں — بصد درد و غم جاں کھوتی ہوئیں
وہ آئی تھیں سب آسماں سے اتر — پریشان خاطر بہ خستہ جگر
کبھی سر کو چوما رکھا سینہ پر — پریشان سب تھیں بصد نوحہ گر
بہت ان میں روتی تھی اک دیجمال — ہوا اس کے دل کو تھا صدمہ کمال
وہ رو رو کے کہتی تھی اے ذو وقار — مرے گلبنِ عیش کے گلعذار
تجھے ہائے کس کی نظر کھا گئی — جو روز قیامت یہ دکھا گئی
مرے پیارے مظلوم لختِ جگر — کہاں تجھ کو پاؤں میں خستہ جگر

مرا ہوگا انصاف پیشِ خدا
ترے قاتلوں کو وہ دے گا سزا

کرے گا نہ انصاف جب تک خدا
بچھوڑوں کی پا پایں عرشِ علا

اسی طرح روتی تھیں دیگر وہ زن
گریبان پھاڑے تھیں سب خستہ تن

پھر اس سر کو رکھا اُسی جا اُٹھا
جہاں سے نکالا تھا باصد عزا

نہ دل کو تھا چین آتا اُن کی ذرا
ہوئیں پھر وہ غائب بحکم خدا

یہ تکتی رہی سب کے مُنھ کو گھڑی
نہ طاقت سخن کی تھی اس کو ذری

کچھ ایسی ہوئی اس کو اُلجھن وہاں
جو اس اپنے گھر بیٹھی سب بیگمیاں

ازاں بعد پہونچی وہ نزدِ تنور
نکالا سرِ شہ بشوقِ سرور

کہا کس کا سر ہے یہ اے دل بتا
مکاں سارا جو میرا روشن ہوا

بغور اس کو دیکھا تو دل شق ہوا
کہا یہ تو حیدرؓ کا ہے لاڈلا

بصد درد اک چیخ ماری شتاب
گری فرش پر کھا کے وہ پیچ و تاب

ندا غیب سے آئی یہ کان میں
گری خاک پر کس کے ارمان ہیں

نہ شوہر کے بدلے ہیں ہوگی گرفت
بلا شک تجھے کہتے ہیں حق پرست

کیا اس نے بے ہوشی میں یہ سوال
کہ یہ عورتیں کون تھیں ذی جمال

ندا آئی بی بی لے سن اُن کا حال
تو جد کے کانوں سے ہے قیل و قال

یہ اُن میں جو سب سے سوا روتی تھی
اور مُنھ چوم کر اپنی جاں کھوتی تھی

وہ تھی صاحب ظرف بنت رسول ؐ (بیٹی رسول ۱۲)
حسینؑ ابن حیدرؓ کی مادر بتول رض

وہ تھی دوسری جو خجستہ خصال
حسینا کی نانی تھی صاحب جمال

وہ تھی تیسری مریمؑ ذی حشم (بہت عزت والی ۱۲)
جو عیسیٰؑ کی مادر ہے والا شیم

وہ چوتھی جو ہے آسیہؑ پر الم
سُنا جب یہ مژدہ تو ہوش اُڑ گیا
گئی دوڑ کر پاس تنور کے
نکالا وہ سر پھر بصد اضطراب
ملا اُس پہ کافور پھر جا بجا
رکھا پاک بستر پہ سر کو اُٹھا
کیا تو نے شیطان یہ کیا غضب
فرشتے بھی آتے ہیں کرتے بُکا
انہیں لایا کیوں قتل کر کے ہے اب
رکھا تو نے اُن کو ہے گھر میں چھپا
تو اس کی سزا ایک دن پائے گا
تجلی سے اس کی ہے روشن مکاں
یہ کہتے ہی سر پر رِدا ڈال لی
کہا اُس نے جاتی ہے اب تو کہاں
کہا تو نے سبطِ نبیؑ کے وہ لال
نہ اس وقت کچھ رحم آیا تجھے
یہ کہہ کر وہاں سے رواں ہو گئی

وہ بی بی ہے فرعون کی ذی حشم
اُٹھی خواب سے سر بسر دل بھرا
ہویدا ہوئے راز تنور کے
اُسے مشک و عنبر سے دھویا شتاب
ازاں بعد زلفوں میں شانہ کیا
کہا اس نے خولی سے پھر یہ جگا
کہ سبطِ نبی کو کیا قتل اب
زیارت کو اس سر کی اے بے حیا
سزا اسکی دے گا تجھے میرا رب
مگر راز تیرا ہویدا ہوا
بلا شک جہنم میں تو جائے گا
ہوا راز پنہاں یہ مجھ پر عیاں
وہ خولی کے گھر سے نکل کر چلی
یتیم اپنے بچوں کو کر کے گماں
گئے ننھے بچے چھری سے حلال
گلا کاٹ کر جو دکھایا مجھے
خودی سے وہ گریاں جو دکھو گئی

پتہ آج تک اس کا پایا نہیں
کہیں ہم نے پھر اس کو دیکھا نہیں

خولی کا کوفہ سے سر لیکر دربار ابن زیاد میں پہونچنا اور دیگر سرہائے شہدا و اسیران رنج و بلا کا آنا

ہوئی صبح عالم میں جب جلوہ گر — چلا کوفہ سے خولی لے کر وہ سر
گیا شاد و خرم وہ سرکار میں — کیا پیش سر جا کے دربار میں
ہوا دیکھ کر شاد ابن زیاد — بہت اس کی ہمت کی دی اسنے داد
دیا حکم اس نے یہ سب کو پکار — نہ تلوار باندھے کوئی زینہار
نہ جائے تماشہ کوئی دیکھنے — ستم زدگاں سے نظر سیکھنے (مصیبت کے مارے ہوئے)
شہیدوں کے سر آئیں یاں جس گھڑی — تو ہرگز مکاں سے نہ نکلے کوئی
وہ جب پہونچی کوفہ میں فوج شقی — تو روتا ہر اک دیکھکر منفعی (شرمندہ ۱۲)
کوئی ڈالتا اپنے سر پر تھا خاک — کسی نے کیا غم سے سینہ کو چاک
کوئی روتا صدمہ سے تھا زار زار — کسی کے نہ دل کو تھا ہرگز قرار
ہر اک تھام کر دل کو کہتا تھا ہائے — کوئی کیسے دنیا میں اب تمکو پائے
نظارا کیا جب یہ عابدؑ نے حال — ہوا اُن کے دل کو بھی بیحد ملال
کہا کیوں یہ روتے ہیں مکار اب — نہ کچھ خوف طاری ہوا دلپہ جب
گیا جس گھڑی قتل کنبہ تمام — پدر اور بھائی میرے لا کلام
انھیں اس سے پہلے نہ کیوں آے رو وہ — خودی سے طبیعت کی خود کھوے وہ
اگر پہلے روتے جو اے کاش وہ — تو پامال کرتے نہ یوں لاش وہ

کوئی اُن سے پوچھے کہ کیوں روتے ہو — یہ جانِ حزیں کس لیے کھوتے ہو
تمہیں کس نے مارا ہے بتلاؤ تو — ہمیں کچھ تو قصہ یہ جتلاؤ تو
تمہیں نے کئے تھے یہ مکر و فریب — پدر کو جو خط بھیجے تھے پا اوریب
اب اس دونے سے ہوتا گیا ہے بھلا — اگر جان بھی دیدو گے اشقیا
تو ہرگز نہ پاؤ گے ابنِ علیؑ — کمی ظلم کرنے میں تم نے نہ کی
کہا ایک بوڑھے نے رو کر وہاں — بلا شک یہ سچ کہتے ہو مہرباں
ستم ہم نے بیشک کیا یہ حضور — قیامت میں ہوگی ندامت ضرور
پھر اتنے میں سر جلنے تھے آ گئے — اسیرانِ مظلوم گھبرا گئے
عجب شان سے آئے تھے وہ جواں — شہیدوں کے سر رکھے نوکِ سناں
اب آگے نہیں یارا گو ہر مجھے — سناؤں جو غم کی کہانی تجھے

حضرت امام حسین علیہ السلام کے دندان مبارک کو ابنِ زیاد بدنہاد کا بید چھوانا انس صحابی کا منع کر کے خوف دلانا اور زید بن ارقم صحابی کا نفرت ظاہر کرنا

رکھے لا کے طشتوں میں سر وہ تمام — پئے نذرِ شاہِ ذوی الاحترام
چھڑی سے چھواتا تھا سر کو لعیں — وہ لب ہائے دنداں کے بالکل قریں
لعینوں سے کہتا تھا پھر وہ پکار — بصد جوش میں آ کے با اقتدار
اسی منہ سے دعوائے خلافت کا تھا — نہ بیعت یزیدی کا قائل ہوا
سنا جب انسؓ نے یہ اس کا کلام — ہوا سرخ چہرہ غضب سے تمام

کہا پھر یہ جھنجلا کے اے بے حیا | تو بکتا ہے کیا منہ سے اس دم بھلا
نہ رکھ پاس دنداں کے اپنی چھڑی | وہاں منہ رکھے ہیں خدا کے نبیؐ
وہ لب چومتے ہیں نواسے کے اب | یونہیں تجھ سے کہنا پڑا ذی حسب
سنا اس نے جس دم انسؓ کا کلام | ہوا شرم سے پانی پانی تمام
ہٹالی چھڑی اس نے باصد وقار | گیا بیٹھ سکتے نہیں وہ شہریار
کیا ایک راوی نے یوں بھی بیاں | کہ بیٹھے تھے زید ابن ارقم وہاں
انھوں نے کہا رو کے ابن زیاد | یہ کیا کرتا ہے تو غضب بد نہاد
قیامت نہ آجائے اے شہریار | ترا ظلم یہ دیکھ کر ذی وقار
چھڑی جس جگہ تو نے رکھی ہے اب | محمدؐ نے اس جا پہ رکھے ہیں لب
بہت بار دیکھا یہ میں نے اخی | لب و دانت چومے تھے سبطِ نبیؐ
یہ کہہ کر کے رونے لگے زار زار | ہوئے اہل کوفہ بھی سب بے قرار
ہوا اس کے غصہ بہت وہ شقی | لگا کاٹنے گوشت اپنا سبھی
کہا کیا کہوں تجھ کو بوڑھے میں اب | تری بات سن کر ہوا مضطرب
تجھے کیا سزا دوں بتا تو بھلا | دکھایا ہے دل تو نے میرا بڑا
مگر شرم آتی ہے اس بات سے | کہ کیا منہ لگاؤں میں بدذات سے
وگرنہ ابھی دیتا گردن اڑا | تڑپتا یہاں تیرا لاشہ پڑا
دیا زیدؓ نے اس کو ہنس کر جواب | کیا تو نے حیدرؓ کا دل اب کباب
رنگے خون میں تو نے دو نونہال | کیا ابنِ حیدرؓ کا گھر پائمال
تو کس گنتی میں ہوں بتلا میں شقی | عوض اس کا لے گا خدائے غنی

ابن زیاد کا ہاتھوں پر سر امام اٹھانا اور اس سے قطرۂ خون کا ران پر گر کر چھید کر دینا اور صحت نہ پانا اس کے زخم کا تا حیات

اٹھا سر کو ہاتھوں پہ اپنے رکھا
تماشے عجائب دکھانے لگا

دکھاتا تھا وہ اہل محفل کو سر
مگر یہ وزیر محشر سے تھا بے خبر

تظلم کا اپنے کیا جب خیال
تو خوف رجا سے ہوا خستہ حال

وہ دہشت سے ڈر کر لگا کانپنے
تصور سے غم کے لگا ہانپنے

تشنج سے ہاتھوں میں رعشہ ہوا
وہ سر جبکہ ہاتھوں سے گرنے لگا

تو جلدی سے اس کو اٹھا ران پہ
رکھا اشقیا نے وہیں زود تر

گرا اس سے یک قطرہ پھر خون کا
رہا سکتے میں وہ کھڑا دیکھتا

ہوا پار وہ پیراہن توڑ کر
گیا چھید کر ران میں زود تر

نہ ٹھہرا وہاں بھی زمیں پر گرا
وہ گرتے ہی واں سے بھی غائب ہوا

مگر چھید باقی رہا ران میں
نہ تھا کچھ علاج اس کے امکان میں

سڑی اس سے بو آتی تھی اس قدر
کہ رکتا نہ تھا واں پہ کوئی بشر

سدا اس پہ خوشبو بندھا کرتی تھی
مگر بو یہ غالب رہا کرتی تھی

کبھی نافۂ مشک بھی بندھتا تھا
مگر اس سے پیچھے ہی وہ رہتا تھا

رہا جیتے دم تک یہ ناسور ساتھ
نہ چھوڑا کبھی اپنے مونس کا ہاتھ

چنانچہ براہیم اشتر نے واں
نکالا تھا لاشوں سے کر کے نشاں

اُسی بو سے پہچانی تھی لاش جا — لکھا ہے کسی جا پہ یہ ماجرا
عجب تو بھی رکھتا ہے فکرِ رسا — کہاں سے کہاں پہنچا گوہر بھلا
توجہ تو کر اُس پہ تو غور سے — سنا ہم کو قصّہ وہ فی الفور سے

ابنِ زیاد بدنہاد کا اسیروں کو اپنے سامنے بلانا اور تفتیشِ حال کر کے زین العابدین کے قتل کا حکم دینا اور مانع آنا اہلِ کوفہ کا

بلایا اسیرانِ غم کو قریب — ہر اک بات پوچھی عجیب و غریب
رہی دیر تک واں پہ گفت و شنید — ہوا پھر وہ شرمندہ غایت پلید
کیا فخر اس بات کا برملا — کہ رتبہ خدا نے مجھے یہ دیا
کہ ابنِ علی رض کا رکھا ہے پاس — اسی بات سے شاد ہوں بے قیاس
مرے خوب دشمن ہوئے ہیں ذلیل — نہیں کوئی ان کا جہاں میں کفیل
کہا ہنس کے ابنِ علی رض نے پکار — کیا خوب تو نے جہاں میں یہ کار
ترا نام ہوگا یہ پیشِ خدا — بڑا روزِ محشر کو اے بے حیا
تجھے بھی ملے گا ضرور اس کا پھل — تری ٹوہ میں پھرتی ہے ہر سو اجل
مرے گا تو اک دن بلاشک ضرور — یہ انصاف ہوگا خدا کے حضور
کرے گا وہی اس کا بس فیصلہ — جو حاکمِ حقیقی ہے ربّ العُلا
سنا اُس نے جس دم یہ سارا کلام — ہوا پُر غضب چہرہ اس کا تمام
کہا کس کا لڑکا ہے یہ دل چلا — کہ اس درجہ کرتا ہے غصّہ کھرا

کہا ہے یہ سچا د ابنِ حسینؑ
ہوا سُن کے غصّہ وہ اس کا کلام
تجھے حکم ہم نے تو یہ تھا دیا
کوئی دودھ پیتا نہ بچہ رہے
پھر اس کو بتا زندہ کیوں چھوڑا ہے
کہا اس کو لیجاؤ باہر ابھی
سنا جب کہ سب نے یہ حکم شقی
گلے سے وہ عابد کے لپٹے تمام
کہا خون کرنے سے ڈرتا نہیں
عبث بے کسوں کا بہاتا ہے خون
معاف اس کو بہرِ خدا اب تو کر
نہ گُل کر خدا کے لئے اس کو تو
نہ باغِ حسینی کی جڑ کاٹ تو
ہوا سُن کے شرمندہ ابن زیاد
کہا قید خانے میں بھیجو ابھی
ازاں بعد اک کام یہ تم کرو
پھراؤ سرِ شہ گلی در گلی
وہ نیزہ پہ سر پھر چڑھایا گیا
سوئے شام لشکر روانہ ہوا

علیؑ کے یہ بیٹے کا ہے نورِ عین
عمر سعد سے بولا اے خوشخرام
کہ آلِ علیؑ کو نہ تو چھوڑنا
تہِ تیغ ہو جائیں چھوٹے بڑے
مرے حکم سے تو نے منہ موڑا ہے
گلا کاٹ کر پھینک دوسرا ابھی
ہوئے ٹکڑے سب کے جگر اسگھڑی
ہوئے مانع قتل سب خاص و عام
تجھے خوف کچھ بھی خدا کا نہیں
تجھے کیوں پسند ہے یہ کارِ زبوں
چراغِ حسینی پہ کر تو نظر
نہ کار زبوں کی تو کر جستجو
نہ عمر دو روزہ کی لڑ کاٹ تو
رہا غصّہ میں وہ بھرا بدنہاد
رکھو ان کو زیر نظر تم سبھی
جو کہتا ہوں میں اسکو دل سے سنو
مرے دل کی ہے اس گھڑی یہ خوشی
گلی کوچوں میں سب پھرایا گیا
زبانوں پہ سب کی فسانہ ہوا

روانہ ہونا قافلہ کا دمشق کو اور ٹھہرنا پہلی منزل میں اور لوہے کے قلم کا غیب سے پیدا ہو کر ایک شعر عربی کا خونِ شہدا سے زمین پر لکھ دینا

چلا جس گھڑی لشکرِ تیرہ فام — کیا جا کے منزل پہ اول قیام
وہ پیتے تھے بیٹھے ہوئے سب شراب — نشہ میں تھے بدہوش خانہ خراب
کہ اتنے میں پیدا ہوا اک قلم — لکھا شعر اس نے بصد درد و غم
زمیں پر وہ خونِ جگر سے لکھا — وہ لوہے کا بالکل قلم تھا بنا
وہ تھا شعر عربی کا اے دلربا — لکھا میں نے اردو میں یاں ترجمہ
لے سن اس کے معنی توجہ سے ابھی — لکھے میں نے اس جا ہیں وہ سب اخی
نہ امید رکھیں وہ محشر کے دن — جو قاتل ہیں حسنین کے من و عن
شفاعت نبی کی نہ اب پائینگے — وہ دوزخ میں سیدھے چلے جائینگے
کیا ایک راوی نے یہ بھی بیاں — کہ یہ شعر بت خانہ پر تھا عیاں
لکھا تھا یہ پتھر پہ دیوار کے — اسے دیکھ حیرت میں وہ سب ہوئے
کہا کس نے لکھا ہے یہ شعر یاں — ہوا کب سے کندہ ہے یہ مہرباں
دیا ایک راہب نے اسکو جواب[۱] — لکھا ہم نے دیکھا ہے یونہیں یہاں
مگر لوگ کہتے ہیں یہ بھی بیاں — نبی کے زمانے سے پہلے یہاں
لکھا ہم نے دیکھا ہے اے مہرباں — برس پانچ سو پہلے اس کو یہاں

[۱] زاہد گوشہ نشین ۱۲

لہ ابو نعیم نے طریقہ عبد اللہ بن لہیعہ سے اور اس نے ابی قبیل سے روایت کی ہے ۱۲

کیا بعضوں نے یہ بھی پھر ہے ستم
کہ دیوار پھٹ کر وہ نکلا قلم
غرض اس میں ایک ہاتھ پیدا ہوا
قلم لوہے کا لے کے لکھتا رہا
غرض ہو گئی یونہیں شب وہ تمام
مٹا دور ساقی کا سب لاکلام
سحر جب ہوئی تو یہ سر لیکے چلے
بصد شادمانی اچھلتے چلے

شمر لعین کا سر امام لیکر ملک شام کو روانہ ہونا اور راہ میں ایک راہب سے ملاقات ہونا اور اس کا دس ہزار درہم دیکر سر مبارک اپنے مکان کو لیجانا

خوشی سے وہ پھولے سماتے نہ تھے
کسی کو وہ خاطر میں لاتے نہ تھے
وہ شمر لعین جوش میں تھا بھرا
دف جنگ تھا وہ بجاتا چلا
تھے اسوار بھی ساتھ میں پنج ہزار
محافظ اسیروں کے بے اختیار
چلے جاتے تھے سر کو ڈالے ہوئے
وہ قیدی تھے سب جی سنبھالے ہوئے
نہایت تھا پردہ کا واں انتظام
وہ جھوٹا ہے بکتا ہے جو یہ کلام
کہ بے پردی اہل حرم کی ہوئی
ہر اک ننگے سر ساتھ بی بی گئی
سراسر غلط ہے یہ بہتان ہے
نہ حاشا کبھی اُن کی یہ شان ہے
اگر ایسا ہوتا زمیں پر ضرور
تو روز قیامت کا بج جاتا صور
رکھے سر تھے نیزوں پہ بعد اہتمام
چلے جا رہے تھے سبھی خوش خرام
رواں محملوں میں تھیں سب بیبیاں
چھپائے ہوئے منہ کو با خستہ جاں
کرامت نئی روز ہوتی عیاں
سر شاہ دیں سے وہاں نیکیاں

تحیر میں ہوتے تھے اعدا تمام
سوئے شام سب چل دیے بالیقین
ملا رستہ میں ایک راہب وہاں
کہا اشقیا نے سبھی اُس سے حال
سُنا جب یہ راہب نے کارِ زبوں
بہت رنج اس کو ہوا اس گھڑی
کہا شمر سے اُس نے باصد خوشی
درم تجھ کو دیتا ہوں میں دس ہزار
فقط ایک شب کے لئے دیتا ہوں
سحر کوچ جس وقت ہو آپ کا
سنا شمر نے تو وہ راضی ہوا
بہت کر کے تعظیم وہ لے گیا
رکھا اپنی رانوں پہ سر کو اُٹھا
وہ انوار باری کو تھا دیکھتا
کیا اُس نے اسلام فوراً قبول
اسی ردّ و کد میں سحر ہو گئی
اُدھر سے لعیں آئے سر مانگنے
کہا ٹھہرو دیتے ہیں سر ہم ابھی
سُنا ہے وہ رکھتا تھا بیٹے بھی سات

نیے معجزے دیکھ کر صبح و شام
اسیرانِ بیکس کو لے کر لعین
وہ پرساں ہوا پھر ستم دیدگاں
مفصل جو گزرا تھا اے خوش خصال
تو آنکھوں سے اس کی ٹپکتا تھا خوں
شہِ دیں کی حالت جو اُس نے سُنی
مری التجا ہے یہ تجھ سے اخی
مجھے سر عنایت تو کر ذی وقار
سرِ ابنِ حیدرؑ کو میں لیتا ہوں
تو سر مجھ سے اس وقت لیجے منگا
سرِ شاہِ دیں کو حوالے کیا
گلاب اور کیوڑہ میں اسکو بسا
اُسے دیکھ کر روتا شب بھر رہا
اترتے فلک سے جو تھے برملا
مسلماں ہوا وہ بنامِ رسول
وہ جوشِ رقابت کو سب کھو گئی
ادھر طبع اُبھری اسے تا بنے
نہ اب آپ عجلت کریں اے اخی
جواں اور جری تھے وہ عالی صفات

کہا اس نے ان سے کہ اے نوعلین　　کرو میری امداد بالطف وچین
میں حامی ہوا دل سے دینِ نبی　　یہ سر پاس میرے ہے ابنِ علی
نہ دو دشمنوں کو یہ سر تم کبھی　　عوض اس کے سر اپنے دیدو سبھی

سر کاٹ کر دینا اپنے بیٹے کا بالعوض سر امام اور نہ لینا شمر کا اسیطرح باری باری سے ساتوں بیٹوں کے سر کٹوا کر پیش کرنا لیکن اُس کا پہچان کر نہ قبول کرنا بعد ازاں خود لڑکر شہید ہو جانا

دیا ایک بیٹے کا سر کاٹ کر　　لیا دشمنوں نے نہ اس کو مگر
کہا سر یہ ابنِ علی کا نہیں　　دیا کاٹ سر دوسرے کا وہیں
کہا یہ نہیں سر ہے شاہِ امام　　گیا تیسرا لینے وہ لا کلام
انھیں لاکے سر پھر دیا تیسرا　　کہا لو یہ حاضر ہے اے اشقیا
انھوں نے جو دیکھا اُٹھا کر نظر　　تو سر سے عیاں نور تھا سربسر
کہا خارجیوں نے یہ بھی نہیں　　ہوا پھر تو مجبور وہ مردِ دیں
بہت رو یا صدمے سے وہ دلفگار　　نہ آتا تھا ہر گز بھی جی کو قرار
ندا غیب سے آئی اس طور پر　　ملا ابنِ حیدر کے سر سے تو سر
بحکمِ خدا ہوگا اس کی مثال　　عیاں ہوگا سارا وہ حسن وجمال
کیا اُسنے ویسا ہی پھر انتظام　　ہوا وہ بھی روشن تھا مثلِ امام

دیا سر وہ شرار کو جاشتاب — وہ غصہ سے کھانے لگا پیچ و تاب
کہا یہ بھی وہ سر نہیں ہے قنا — ہمیں کیوں تو دیتا ہے دھوکا بھلا
زمیں پر پٹک اس کو توڑ ادیا — نہ کچھ رحم ظالم نے اصلا کیا
اسیطرح سب بیٹے وہ کھو چکا — نہ اُن روسیاہوں نے اک بھی لیا
پھر آخر وہ لاچار ہو کر لڑا — بہت سے تہ تیغ کرتا رہا
ازاں بعد پی کر شہادت کا جام — کیا جاکے جنت میں اس نے قیام
ادھر متدوں نے جو دیکھے درم — وہ تقسیم کرنے کو بیٹھے بہم
تو سب خاک حکم خدا سے ہوئے — وہ آنکھوں ہی آنکھوں میں سب کھو گئے

قافلہ کا ملک خزاں میں پہونچنا اور یحییٰ یہودی کا سر امام کو دیکھ کر ایمان لانا اور ایک ہزار درم اور پارچہ پوشیدنی دینا

لکھا اس جگہ اک یہودی کا حال — سنیں آپ قسمت کا اس کی مآل
رہا کرتا تھا وہ خزاں ہی کہیں — اسے یحییٰ کہتے تھے سب بالیقیں
اُدھر سے کہیں گذرا یہ قافلہ — تحیر سے تکتا تھا منہ وہ کھڑا
مگر بحر حیرت میں ڈوبا ہوا — وہ لب در لب جنبش میں تھے مبتلا
کہا کس کا سر آپ یہ لائے ہیں — قطع سر کے کیوں اس کو گھبرائے ہیں
کہا باغی تھا یہ جوان جری — اسے زیر ہم کر کے لائے اخی
حسین اس کو کہتا ہے سارا جہاں — یہ بیٹا ہے حیدر کا اے مہرباں

وہ حیدر کہ جس نے درِ خیبری — اُکھاڑا تھا دم بھر میں جا کر کبھی
کہا ان کی مادر کا ہے نام کیا — کہا فاطمہؑ نام ہے برملا
رسولِ خدا کی ہیں لختِ جگر — حسینؑ ابن حیدر ہیں اُن کے پسر
اگر دین اُن کا نہ ہوتا یقیں — تو ہوتی کرامت یہ ظاہر نہیں
کہ لب ہلتے ہیں بعد مردن جناب — تلاوت وہ کرتے ہیں با ضعف آہ
لہذا میں ایمان لاتا ہوں اب — میں جاں کرتا ہوں اُنپہ قربان سب
وہ کرتا تھا زاری بصد درد و آہ — کیا حال اُسنے تھا اپنا تباہ
اسیران غم نے جو دیکھا یہ حال — کہا کون ہے یہ خجستہ خصال
ہماری مصیبت پہ کیوں روتا ہے — عبث جانِ شیریں کو یہ کھوتا ہے
کہا مردِ صالح نے میں ہوں غلام — شہِ دین و دنیا کا اے ذوالکرام
کہا ام سلمہ نے اے دوستدار — پلا پانی ہمکو ذرا ذی وقار
کئی دن سے ہیں تشنہ لب سب جواں — انھیں ٹھنڈا پانی پلا مہرباں
ہمیں تھوڑا کپڑا بھی کر تو عطا — کہ تیار ہوں جس سے دو اک ردا
ہمیں کرنا ظالم کا ہے سامنا — کہ (چھپا ہوا) مستور ہوں جس سے سب برملا
نہ تاکر نظر ظالموں کے پڑے — نہ تذلیل سے کوئی ہم کو تکے
پلا پانی اسنے دیا پھر شتاب — گئے اپنی پگڑی کے ٹکڑے جناب
دیئے کپڑے سب کو بہ لطف و عطا — اُکھڑے منہ کو نیچے تھے سب اشقیا
دعائیں وہ دیتے تھے اہلِ حرم — کہ تجھپر خدا کا ہو فضل و کرم
دیئے تھے درم بھی انھیں بیکراں — برائے مصارف وہ اے ذی وقار

کہا ان کو اب تم خبر لیجیے
ضرورت میں اپنی اٹھا دیجیے

ہوئے اشقیا دیکھ کر یہ خفا
کہا کیوں طرف دارے تو بتا

یہ دشمن ہیں سب والی شام کے
یہ انداز تیرے نہیں کام کے

مسلماں بھی تو ہو گیا ہے شقی
نہ کچھ دین اپنے کی عزت کری

چلا جا یہاں سے بصد اضطراب
نہیں سر اُتاریں گے تیر انشتاب

سُنا جس گھڑی بچی نے یہ کلام
گیا کانپ غصہ سے وہ شاد کام

نشہ جب شہادت کا اس پر چڑھا
کٹانے کو سر اپنا ہنستا چلا

گیا حملہ اعدا پہ جا کر شتاب
بہت شقی مار ڈالے کئی اک جناب

گئے جان سے پانچ مارے وہاں
شہید آپ پھر ہو گیا بے گماں

روایت شیریں کنیز شہربانو جو سر قدس کو لیکر اپنے مکان پر گئی

لکھا ہے کہ شیریں تھی خدمت گزار
کہ تھی شہربانو پہ جی سے نثار

سدا پاس رہتی تھی آٹھوں پہر
ہر اک کام کرتی تھی وہ زود تر

لکھا ایک دن کا ہے یہ ماجرا
مکاں میں تھے حضرت بھی رونق فزا

کہیں سامنے آئی شیریں کنیز
جو تھی شہربانو کو دل سے عزیز

بہت اس کی آنکھوں کی تعریف کی
سنائی تھی بانو کو دل سے سبھی

اُنھوں نے جو دیکھا یہ بگڑا اسا رنگ
تو شیریں کو لائیں اُٹھا اپنے سنگ

بنایا اُسے حُجرے میں لا دولہن
عروسانہ ملبوس سے خندہ زن

گئیں پاس لے کر بصد احترام
ہنسے دیکھ کر اس کو حضرت امام

کہا شہر بانو کدھر ہے خیال
جو تم سمجھی ہو وہ نہیں ہے مآل

فقط مجھ کو تعریف منظور تھی
ثنائے خدا اس میں منظور تھی

کہا شہر بانو نے باصد خوشی
قبول اس کو کیجئے گا ابنِ علی

کہا آپ نے دی مجھے یہ کنیز
میں دیتا ہوں پر نام رب العزیز

کیا جبکہ آزاد شیریں کو واں
جدائی سے روتی تھی وہ خستہ جاں

دیا اس کو زر اور پھر اتنا مال
غنی ہو گئی وہ بہت ذی جمال

دیا رخت شاہانہ اس کو منگا
نظر جس پہ جمتی نہ تھی اک ذرا

کہی ابنِ حیدر نے ہنس کر یہ بات
کہ کیا ہے سبب اس کا عالی صفات

دیا اس کو تم نے ہے سیم و زر
کہ شیریں غنی ہو گئی بے خطر

نہ اوروں کو اتنا دیا مال ہے
کرم جتنا شیریں پہ فی الحال ہے

کہا اس کا یہ ہے سبب اے حضور
کہ آزاد وہ کی تھیں میں نے ضرور

کیا اس کو آزاد حضرت نے ہے
دوبالا یونہیں مرتبہ سب سے ہے

ازاں بعد شیریں کو رخصت کیا
زر و مال بے حد تھا اس کو دیا

کہا ہوتی ہوں قدموں سے اب جدا
کہاں پاؤں گی پھر یہ صورت بھلا

کہا ابنِ حیدر نے اُس سے پکار
ہم آئیں گے گھر تیرے اے ذی وقار

زمانہ ایک ایسا بھی پھر آئے گا
ترے گھر پہ گنبد یہ سب جائے گا

گئی اپنے گھر شیریں روتی ہوئی
جدائی کے صدمے وہ سہتی ہوئی

اسیطرح گھر پر وہ اپنے مدام
بصد شادماں و بصد شادکام

یکایک قیامت بپا ہو گئی
سراجِ علی کی ضیا کھو گئی

ہوئی جب شہادت جہاں میں عیاں ۔ تو روتی تھی گھر بیٹھے شیریں وہاں
اُدھر سے کہیں گذرا وہ قافلہ ۔ تو شیریں نے پوچھا بہ سوز و بکا
کہاں کو یہ جاتا ہے لشکر سبھی ۔ اسیران بیکس کو تھامے اخی
کہا سب ہے لشکر یہ شمر لعیں ۔ اُتارا ہے سر جس نے کہ شاہ دیں
یہ سب قیدی کنبہ ہے ابن علیؑ ۔ ہوا قتل افسوس سبطِ نبیؐ
ہوئی سُن کے شیریں بہت مضطرب ۔ کہا ہائے کیسا ہوا یہ غضب
کہ زندہ نہ گھر آئے سبطِ نبی ۔ اسی غم میں وہ جان کھوتی رہی
کہا ایک شب کے لیے اے اخی ۔ مجھے سر عنایت یہ کیجے ذری
کہ تاکہ ہو دل کو تسلی ذرا ۔ دلاؤں میں گھر جا کے کچھ فاتحہ
مرے دل کا ٹکڑا ہے ابن علی ۔ میں گھر جا کے بیٹھوں گی اب دو گھڑی
ہوئی اس کی پوری وہاں التجا ۔ دیا ظالموں نے اسے سر منگا
گئی لے کے گھر روتی اور پیٹتی ۔ اُسے دید کی پھر نہ کچھ عید تھی
کبھی شہربانو پہ ہوتی فدا ۔ لپٹ کر کبھی کرتی گریہ و بکا
سکینہ کو سینہ سے لیتی لگا ۔ کبھی کرتی سجدہ دیہ جاں فدا
کبھی بانو کے جا قدم چومتی ۔ کبھی سر کے چوگرد وہ گھومتی
کبھی روتی زینب کو وہ دیکھ کر ۔ کبھی کہتی صغرا کو چھوڑا کدھر
غرض یونہیں شب ہو گئی وہ تمام ۔ سحر ہو گئی جلوہ گر لا کلام
لیا دشمنوں نے پھر آ کر وہ سر ۔ چلے صبح سے شام کو زود تر
مفصل اگر حال دیکھیں حضور ۔ تو شیریں کی لیجے روایت ضرور

الگ بھی چھپی ہے یہ اے ذی حشم | کیا درد کا سارا قصہ رقم

احوال ابو الخنوق کا جو فوج اشقیا میں پہرہ دے رہا تھا اور اترنا آسمان سے ارواح طیبات حضرات انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام کا اور سر امام کو صندوق سے نکال کر گریہ وزاری کرنا

سنو حال اب ابن خنوق[1] کا | جو پہرہ سروں پہ دیا کرتا تھا
شہیدوں کے سروں کا نگہبان تھا | ہر اک نیک و بد کو وہ پہچانتا
خلافت کی حد میں وہ پہونچا تھا جب | اسیروں کو لے کر بہ رنج و تعب
کیا ایک جا قافلے نے قیام | بآرام سب نے بہ لطف تمام
دیا کرتے پہرہ جو شب کو جوان | وہ گنتی میں ستر[2] تھے اے مہرباں
وہ سب باری باری سے جگتے تمام | ہر اک چوکسائی پہ رہتا مدام
نئی صورت اک شب یہ آئی نظر | کہ سب سو گئے خود بخود بے خبر
مگر اک جوان ان میں جگتا رہا | وہ تھا ابن خنوق مرد خدا
صدا آئی اتنے میں اک دل گداز | اُڑے ہوش سُن کر جیسے اہل کار
دل کو پگھلانے والی ۱۲ | بجھیہ بڑی ابن

۱۲ اہل کار بمعنی ۔۔۔

[1] یہ روایت سلیمان الاعمش رضی اللہ عنہ نے کی ہے یہ ابو محمد سلیمان بن مہران مولی بنی کاہل باعمش کوفی ثقہ اور عالم و فاضل تھے ۱۲ مصنف

[2] یہ حکایت رسالہ نور الابصار فی مناقب آل اطہار میں تحریر ہے اور لکھا ہے کہ ستر جوان نگران سر مبارک تھے اور عناصر الشہادتین میں تحریر ہے کہ پچاس جوان نگہبان تھے ۱۲ مصنف

وہ سمجھا کہ اُلٹے زمیں آسماں — نہ باقی رہا کوئی زندہ جواں
ازاں بعد آئے بزرگ اک وہاں — بحالِ پریشاں بصد خستہ جاں
گئے پاس صندوق کے ننگے سر — نکالا وہ سر زود تر بے خطر
بہت روئے اور لب پہ بوسے دیے — بلائیں بھی لیں اور صدقے ہوئے
کیا قصد اُس نے کہ سب کو جگا — دکھا دوں نیا اُن کو یہ ماجرا
ابھی چھین کر یا مقفل کروں — دیا قید کر پاس اپنے دھروں
اسی فکر میں تھا وہ مضطر کھڑا — حواسوں سے کھویا ہوا غمزدہ
کہ اتنے میں آئی صدائے مہیب — رہا ہوش باقی نہ اس کے قریب
کسی نے کہا اس طرح ڈانٹ کر — خبردار آگے قدم تو نہ دھر
یہ آدمؑ ہیں پرسے کو آئے یہاں — نبی کے نواسہ کے اے مہرباں
پھر آئی ندا دوسری اک یہاں — وہ سننے سے دہشت ہوئی بیکراں (بے انتہا)
جو دیکھا تو نوحؑ اور براہیمؑ تھے — کھڑے منہ کو تکتے تھے وہ سامنے
ذبیح خدا (حضرت اسمٰعیلؑ) اور اسحٰقؑ تھے — جو حیدرؓ کے پہلو بہ پہلو کھڑے
نبی پاک آئے تھے آخر میں یاں — صحابی کو لے کر بصد امتناں (احسان کرنا)
ازاں بعد حمزہؓ و جعفرؓ بھی تھے — محمد کے پہلو میں سارے کھڑے
ہر اک سر پہ کرتا تھا جاں کو فدا — اُٹھاتا تھا ہاتھوں پہ روتا ہوا
نہ کچھ چین آتا تھا دل کو ذرا — تحیر میں ہر اک بشر تھا کھڑا
پھر اتنے میں آیا فرشتہ وہاں — غضبناک صورت سے اے مہرباں
برہنہ اک ہاتھوں میں تلوار تھی — قضا کی وہ مونس وہ غمخوار تھی

تھا اک ہاتھ میں گرز بھی آگ کا
پکڑ ہاتھ اس کا لیا پھر اٹھا
کہا اس نے رو رو کے آہ و بکا
میں مسلم ہوں اور دوستدار بتول
تظلم سے ظالم پکڑتا ہے یہ
چھڑا مجھ کو دیجے برائے خدا
سنا جب فرشتے نے اس کا کلام
بڑھا اور طمانچہ دیا گال پر
طمانچہ لگا جس طرف منہ پہ تھا
فرشتہ اسے چھوڑ کر چل دیا
سحر جب جہاں میں ہوئی جلوہ گر
تعجب سے ہر سو وہ تکتا رہا
جہاں دن میں دیکھا تھا ہمراہیاں
مگر پھرے والوں کو پایا نہیں
فقط ڈھیر تھا راکھ کا جا بجا
بلا کر یہ شمر لعیں نے کہا
ترا منہ یہ کالا ہوا کس لئے
کہا ابن خنوق نے شب کا حال
پھر اک آہ ماری بہ درد و بکا

اسے دیکھ نکلے تھا دم باؤک کا
زمیں سے وہ دے مارتا بر ملا
بچا لو مجھے اے حبیب خدا
میں خادم ہوں گھر کا تمہارے رسول
ستم کی رسن سے جکڑتا ہے یہ
میں خادم ہوں دل سے نبی پاک کا
کہا روک اپنی زباں بد لگام
چھڑایا کسی نے اسے دوڑ کر
وہ سب حصہ جل کر سیاہ ہو گیا
زمیں پر وہ بیہوش تڑپا کیا
تو اس کی آنکھیں کھلیں زود تر
سر شاہ دیں کو وہ ڈھونڈا کیا
سحر کو نظر آیا رکھا وہاں
کہیں پر نشاں ان کا دیکھا نہیں
وہ چوکر وصندوق کے تھا لگا
بتا ابن خنوق تو ماجرا
جواں میرے نشتر وہ پھر کیا ہوئے
جو گزرا تھا اوس پر بہ رنج و ملال
گئی جان اس کی بنکل اے فنا

سُنا ہے جگر اُس کا سب پھٹ گیا
وہ میدان ظلمت سے پھر ہٹ گیا
چلا قافلہ ہائے باصد ہراس
گئی ٹوٹ صدمے سے سب اسکی آس

خبر ملنا شمر لعین کو کہ مسیب خزاعی اپنی فوجیں لیکر آرہا ہے سر شہدا کو چھین کر لے جائیگا اور گھبرانا اس لعین بد دین کا

لکھا بوسعید دمشقی نے حال
جو گزرے تھے اُس وقت رنج و ملال
ہوا پھر بیاں کرنے کا اس کو عشق
نظر آیا لشکر قریب دمشق
تو پھر یہ خبر چار سو تھی اُڑی
کہ فوج مسیب ہے لڑنے چلی
مسیب خزاعی جو مشہور ہے
لڑائی اسے دل سے منظور ہے
وہ اب چھاپا مارے گا آکر حضور
شہیدوں کے سر چھین لے گا ضرور
کرے گا وہ برباد ساری سپاہ
ملائے گا وہ خاک میں روسیاہ
اُتارے گا سر شام کی فوج کا
کرے گا وہ خونریزیاں برملا
ملے گا نتیجہ بُرائی کا آج
وہ آکر کے پوچھے گا سب کا مزاج
اُڑے ہوش سنکر یہ افواج شام
کیا اس نے جلدی سے اک جا قیام
پریشان غایت تھے اس بات سے
پلٹ سب لگائے ادھر رات سے
جہاں پر کیا تھا انھوں نے قیام
بنا تھا صنم خانۂ اہلِ شام
کہا سب نے چل کر وہاں ٹھہریے
حفاظت ذرا جان کی سب کیجئے
فقط ایک شب کا کرو انتظام
سحر ہوتے پہونچیں گے ہم ملک شام

کہو چل کے راہب سے یہ ماجرا | کوئی جائے اندر نہ دشمن ذرا
ہوئی پاس آخر کو سب کی یہ رائے | کہ شمر لعیں پاس راہب کے جائے

شمر لعین کا راہب کے پاس جاکر دروازہ پر آواز دینا اور اس کا متحیر ہوکر بالائے چھت سے دیکھنا ازاں بعد رائے صلاح دینا

چلا شمر سنکر یہ صائب سخن (ٹھیک بات) | گیا در پہ بت خانہ کے خستہ تن
پکارا کہ ہے کوئی اہل مکاں | مری بات سن لے وہ آکر یہاں
جو سردار بت خانہ نے یہ سنا | چڑھا چھت پہ فوراً وہ مرد خدا
لگا دیکھنے جس گھڑی وہ جواں | جو دیکھا تو فوجوں نے گھیرا مکاں
کہا بوڑھے نے کون ہو تم جواں | اب آئے کہاں سے ہوائے مہرباں
کہا شمر نے اُس سے با صد غرور | ہم آئے ہیں کوفہ سے اے ذی شعور (بہت جاننے والے)
مرے ساتھ ہے فوج ابن زیاد | سوئے شام جاتے ہیں ہم بامراد
کہا کام کیا ہے وہاں اے جناب | جو اس طرح جاتا ہے لشکر شتاب
کہا کربلا میں تھا اک کس جری | یزید لعیں سے پھرا تھا اخی
بہت سازشیں کرتا تھا مہرباں | جمعیت سے لڑنے کو آیا یہاں
اُسے مار کر آج لوٹے ہیں ہم | سر اُن سب کے نیزوں پہ لائے ہیں ہم
سب ہی قید اہل حرم کو کیا | ثمر یہ بُرائی کا اُن کو دیا
قرین شہنشاہ سب یہ اسیر (قریب ۱۲) | لئے جاتے ہیں جملہ برنا و پیر (تمام چھوٹے بڑے ۱۲)

نظر کی تو صد ہا نظر آئے سر
کہا کو لنا سر ہے سر دار کا
دکھایا اُسے شمر نے زود تر
پریشاں ہوا دیکھ کر ان کا حال
کہا میرا بت خانہ گھیرا ہے کیوں
کہا یہ سنی بات ہم نے ابھی
فنا پھر کریگا وہ ساری سپاہ
فقط ایک شب یاں کریں گے قیام
کہا ہے یہ لشکر تمھارے جو سنگ
لہٰذا مناسب ہے یہ بات اب
میں بت خانہ میں اسکو رکھوں ابھی
جلاتے رہے آگ با صد خوشی
اگر کوئی دشمن یہاں آئے گا
کہا شمر نے ہے مناسب جناب
سواروں کو تیار کر یہ کہا
حفاظت سے رکھیں اُسے ایسی جا
ذرا رہنا ہشیار تم سب وہاں
مگر اس پہ راضی نہ کوئی ہوا
ابھی بھولے تھے وہ نہ اس بات کو

اندھیری ہیں تھے سارے وہ جلوہ گر
جو مغلوب ہے شہ کے دربار کا
حبیبِ خدا کے نواسے کا سر
پھنسا غم کے پھندے میں وہ پر ملال
کیا تم نے یاں پر بسیرا ہے کیوں
کوئی سر کو چھلیگا آ کر شقی (بدبخت)
خدارا ہمیں دیجئے گا پناہ
سحر ہوتے ہی جائیں گے ملک شام
وہ آئیگا کیوں کر یہاں بے درنگ
کہ سر لا کے دیدیجئے آپ سب
پڑی فوج باہر رہے وہ سبھی
نہوں خواب آلود آنکھیں کبھی
تو مایوس ہو کر چلا جائے گا
رکھا سر وہ صندوق میں لاشتاب
رکھو جا کے بت خانے میں سر چھپا
کہ دشمن کا پہونچے نہ دستِ جفا (ظالم کا ہاتھ)
فقط ایک شب کی ہے تکلیف ہاں
انھیں ابنِ خنوق سے ڈر لگا
کہ شتر سپاہی مرے رات کو

غرض کے صندوق واں پر گئے
بڑا تھا وہ راہب خدا کا رفیق
اُتارا اسیروں کو تعظیم سے
گئی رات آدھی وہاں جب گذر
اُٹھا بوڑھا پھر تو بصد اشتیاق
یہ خواہش تھی دیکھوں وہ سر میں ابھی
اسی سوچ میں تھا وہاں گھومتا
وہ گھبرا گیا اس بات کو دیکھ کر
شمع تو کہیں رکھی جلتی نہ تھی
کیا غور تو کچھ نہ پایا پتہ
جہاں پر کہ وہ سر رکھا تھا چھپا
وہیں سے ضیا آتی تھی برملا
گیا پاس اس کے بصد زود تر
وہ بڑھنے لگی دم بدم روشنی
یکایک مکاں کی وہ چھت پھٹ گئی
عماری اِک آئی وہاں خوش نگار
بہت لونڈیاں اُن کے تھیں آس پاس
زمانہ کی تھیں عورتوں سے جدا
پھر اتنے میں آئی صدا اک وہاں

مقفل اُسے کر کے واپس ہوئے
بنا اس لئے اُن کا مونس شفیق
رکھا پاس خلوت میں تکریم سے
تو بیدار پایا نہ کوئی بشر
اُسے کاٹنا دن ہوا تھا یہ شاق
تجلی سے روشن کروں اپنا جی
کہ گھر ہو گیا سارا وہ پرضیا
تحیر میں چپ تھا کھڑا بے خبر
تحیر کی حالت بدلتی نہ تھی
فقط ایک روزن مکاں میں ملا
یہ گھر دوسرا تھا برابر بنا
وہ روزن کے ذریعہ یہاں منکشفا
تماشہ نیا دیکھا یہ غور کر
ہر اک چیز اس سے چمکنے لگی
ادھر اور ادھر کو وہ سب ہٹ گئی
تکلف سے بی بی کئی تھیں سوار
نہ تھا خوف اُن کو نہ تھا کچھ ہراس
وہ جنت کی حوریں تھیں سب بے خطا
کہ ہٹ جاؤ پردہ کرو سب یہاں

یہاں آئے گی ایک زنِ ذی حسب — مناسب ہے پردہ کا کرنا ہی اب
رہے کوئی باقی نہ فردِ بشر — یہاں ماما حوّا کا ہوگا گذر
پھر آئیں یہاں سارہ اور ہاجرہ — عیاں ہو گیا اُن پہ سب ماجرا
براہیمؑ کی آئیں زوجہ یہاں — لیے ساتھ راحیل. یوسف کی ماں
پھر آئیں بہن موسیٰ کی دلفگار — وہ کلثوم نانی جو تھیں ذی وقار
کھڑی منہ کو تکتی تھیں یاں آسیہؑ — وہ فرعون کی بی بی تھیں بے نوا
ازاں بعد مریمؑ بھی آئیں وہاں — جو عیسیٰ کی مادر ہیں وہ بے گماں
عماری پھر اک اور آئی وہاں — وہ رکھتی نہ ثانی تھی اپنا یہاں
تفاخر سے بیٹھی تھی اک خوش نگار — پیمبر کی بی بی وہ عالی وقار
خدیجہؑ جنھیں کہتا سب ہے جہاں — وہ لائی تھیں تشریف باعز و شاں
نکالا وہ صندوق سے سر شتاب — لیا منہ پہ (پردہ کرنا) آنچل بصد اضطراب
بہت روئیں وہ سرد سے بی بیاں — ہلائے اُنھوں نے زمین آسماں
پھر اتنے میں اتری عماری اک اور — کیا عورتوں نے جو اس سمت غور
تو بی بی وہ تھیں فاطمہؑ دلفگار — پسر کی جدائی سے تھیں بے قرار
کسی نے کہا بوڑھے سے ڈانٹ کر — نہ روزن سے اب جھانک اے خیرہ سر (سرکش)
یہاں آئی ہیں بنتِ خیر الانام (بیٹی محمد صلعم) — تو حدِ ادب سے نہ رکھ آگے گام (قدم)
ہوا خوف ایسا کچھ اس پر سوار — کہ جی سے وہ کھو بیٹھا اپنے قرار
سنا جب یہ کلمہ تو بے ہوش تھا — حواسوں سے اپنے وہ خاموش تھا
جب آیا اسے ہوش تو وہ اٹھا — پڑا اپنی آنکھوں پہ پردہ ملا

اس راہب کا ایک مکان کے روزن سے تجلیات سر دیکھ کر معہ اپنے چیلوں کے ایمان لانا اور صندوق کھول کر سر اقدس پر گریہ وزاری کرنا

ندا آرہی تھی یہ ہی سر بسر — مرے پیارے مظلوم لختِ جگر
ستم تجھ پہ ہے ہے یہ کیسا ہوا — نہ ظالم نے کچھ بھی ترا رحم کیا
مرے لال تجھ کو کہاں پاؤں اب — مرے قتل بچے ہوئے ہائے سب
تسلی وہ کرتی تھیں سب بیبیاں — یہ روتی تھیں دل تھام کر بیگماں
لگاتی تھیں گلے سے سر بار بار — کبھی رو کے کہتی تھیں وہ دلفگار
ترا ہوگا انصاف روزِ حساب — سزا پائیں گے سب وہ خانہ خراب
ہوا سن کے بیہوش اس بین کو — وہ کھو بیٹھا دل سے سبھی چین کو
ازاں بعد آیا اسے ہوش جب — تو کھو بیٹھا تھا وہ حواس اپنے سب
عماری کا کچھ بھی نہ پایا پتا — وہ خالی کا خالی مکاں تھا پڑا
پریشاں ہوا وہ اسے دیکھ کر — عجائب یہ قصہ اک آیا نظر
ہوا اس کو اس درجہ خوفِ خدا — وہ چھوڑا اپنا مذہب مسلماں ہوا
چلا دین باطل سے منہ موڑ کر — وہ کفر و ضلالت (گمراہی ۱۲) کو سب چھوڑ کر
بصد شوق توڑا وہ قفلِ مکاں — ازاں بعد صندوق کھولا وہاں
نکالا وہ سر شاہِ مظلوم کا — کہا میں ہوں کمبخت مقسوم کا
کہ زندہ نہ آئے مرے گھر حضور — نہ کیوں کر ہو ٹکڑے دلِ ناصبور

گلاب اور کیوڑے سے دھو کر اُسے — رکھا پھر مصلے پہ لا کر اُسے
شمع ایک کافوری روشن کری — نہ آگے ہوئی اُس کی جلوہ گری
وہ کرتا تھا رو رو کے یہ ہی بیاں — زیارت کو آتی ہیں حوریں جناں
دخاتونِ جنت بھی آئیں یہاں — جو بیٹے کے صدمے سے تھیں نیم جاں
کہا آپ شاید ہیں وہ ہی جناب — صفت جنکی کرتی ہے ہر اک کتاب
لکھا وصف انجیل میں صاف تھا — پڑھا میں نے توریت میں جابجا
وہی تم ہیں آثار پاتا ہوں سب — جو لکھی کتابوں میں ہیں ذی حسب
برائے خدا مجھ کو دو یہ خبر — مرے حالِ خستہ پہ کیجے نظر
دکھایا یہ قدرت نے اپنا کمال — سرِ شہ سے آئی ندائے ملال
کہا ہم ہیں مظلوم آفت رسید — غریب اور مسافر ہیں بیکس شہید
مصائب ہزاروں اُٹھا آئے ہیں — مگر درد سے پھر نہ گھبرائے ہیں
بلاشک ہوں لختِ دل فاطمہؑ — میں نورِ دیدۂ (آنکھوں کا نور ۱۲) شہِ لافتا
مجھے لوگ کہتے ہیں سبطِ نبیؐ — پدر کا بھی ہے نام مولا علیؑ
سُنا جب یہ راہب نے انکا سخن — ہوا مضطرب درد سے خستہ تن
بلا اپنے چیلوں کو اس نے کہا — مسلماں ہو جاؤ سب برملا
ابھی دینِ باطل کو تم چھوڑ دو — سبھی اپنے بت خانے کو توڑ دو
وہ سب لائے ایماں سرِ حضور — دیا کفر کو چھوڑ فوراً ضرور
کہا حکم ہم کو ابھی دیں جناب — تو جا کر لڑیں دشمنوں سے شتاب
ابھی سر کو لائیں گے اُن کے اُتار — مٹائیں گے ہستی کو با افتخار

کہا اور توفیق دے اب خدا — تمہیں روز ہمت ہیں اے دلربا
انھیں چھوڑ وہیں یہ بڑے پرجفا — قیامت میں پائیں گے اپنی سزا
چلو کام دیکھو تم اپنا میاں — کہاں جھگڑے میں پڑتے ہو مہرباں
اسی رد و کد میں سحر ہو گئی — وہ باتوں ہی باتوں میں شب کھو گئی
ادھر فوج سر لینے کو آ گئی — جدائی کا نقشہ وہ دکھلا گئی

شمر لعین کا سر اقدس کو دمشق لیکر پہونچنا اور یزید پلید کا تمام شہر کو آراستہ کرنا

گئے لے کے سر اشقیا شاد شاد — طرف شام کے خندہ زن بد نہاد
چلا جا رہا تھا ہر اک باخوشی — گئے پہنچ منزل پہ سارے شقی
یزید لعین کو خبر جب ہوئی — نہ پھر انتہا کچھ خوشی کی رہی
خوشی سے وہ پھولوں سماتا نہ تھا — کسی کو وہ خاطر میں لاتا نہ تھا
وہ پھر تاؤ مونچھوں کو دینے لگا — تعلی کی ہر اک سے لینے لگا
اسے موت اپنی نہ کچھ یاد تھی — یہ نیکی سب اس کی بربادی تھی
دکانیں و بازار سجنے لگے — ہر اک سمت نقارے بجنے لگے
ہر اک جا پہ ساماں سجایا گیا — بڑا جشن شادی منایا گیا
ہوا شہر سارا وہ آراستہ — ہر اک زیب و زینت سے پیراستہ
دیا حکم دربار کل عام ہو — ہر اک آگے حاضر بھی حکام ہو

غرض اس خوشی میں ہو دربارِ عام	کریں آ کے شرکت سبھی اہل شام
بچھے تخت اک شان و شوکت کے ساتھ	رہوں جلوہ گر جس پہ راحت کے ساتھ
پھر اس پر وہ آ کر کے بیٹھا لعیں	دیا حکم حاضر ہوں سب اہل کیں

طلب کرنا اسیران رنج و بلا کو اپنے سامنے دربار میں اور سرِ اقدس کو بید سے چھونا اور سمرہؓ بن جندب کا بد دعا کرنا

از اں بعد سر آیا شبیر کا	رکھا طشتِ زریں میں لا برملا
اُسے بید سے چھوتا تھا بار بار	وہ لب ہائے رنگیں کو با افتخار
صحابی جو سمرہؓ تھے حاضر وہاں	انھوں نے ستم دیکھا یہ بیگماں
نہ جب ضبط کچھ اس سے ہو سکا	تو غصہ سے جل کر وہ گویا ہوا
کیا سمرہؓ نے پھر یہ رو کر کلام	غضب تجھ پہ نازل ہوا بد لگام
یہ کرتا ہے کیا تو ستم بے حیا	نواسے پہ احمد کے اے پُر جفا
کٹیں ہاتھ دونوں یہ تیرے ابھی	اُٹھا بید جس سے کہ تھا اے شقی
یہ کرتا ہے بیجا تو کیوں حرکتیں	تری خاک میں مل گئیں برکتیں
یہ ہے بوسہ گاہِ نبیؐ ذو الکرام	جسے بید سے چھوتا ہے خیرہ فام
نہیں پاس تجھ کو خدا و رسول	جلاتا ہے کیوں تو یہ قلب بتولؑ
جزا اس کی اک دن ملے گی ضرور	کئے ظلم سادات پر بے قصور
یزید لعین اس کے غصہ ہوا	کہا سمرہؓ تیرا ادب ہے بڑا

حبیبِ خدا کا صحابی ہے تو ۔۔۔ ادب اس لئے کرتا ہوں تند خو
صحابی نہ ہوتا اگر اے ملول ۔۔۔ تو تجھ پر بھی ہوتا ستم کا نزول
ابھی دھڑ سے گردن کو دیتا اُتار ۔۔۔ نہیں سنتا ہرگز بھی تیری پکار
ہنسے سمرہ سُن کر یہ گفت و شنید ۔۔۔ ہیں قرباں کس کو کیا ہے شہید
وہ تھا کون مجھ کو بتا دو ذرا ۔۔۔ کیا قتل تو نے جو یہ بر ملا
مرے قتل سے تجھکو آتی ہے عار ۔۔۔ مگر دل کا احمد کے کھویا قرار
کیا ٹکڑے ابنِ علی کا جگر ۔۔۔ اُٹھا دہر سے فاطمہؓ کا پسر
وہ قطرۂ پانی کو ترسا کیا ۔۔۔ نہ تو نے دیا اس کو اے پُر جفا
کچل ڈالی گھوڑوں کی ٹاپوں سے لاش ۔۔۔ نہ اُس وقت دھیاں آیا اے بدمعاش
ذرا شرم کر دل میں اے بد لعیں ۔۔۔ نہ کرتا کوئی کام یہ اہلِ دیں
ذرا عاقبت سے نہ اپنی ڈرا ۔۔۔ خدا کی قسم تو نے یہ کیا کیا
لگی ایسی اک چوٹ دل پر وہیں ۔۔۔ گئے کانپ حاضر تھے جتنے لعیں
وہ رونے لگے سن کے اس بات کو ۔۔۔ بُرا دل میں کہتے تھے بد ذات کو
چلے آئے سمُرہ انھیں چھوڑ کر ۔۔۔ لعینوں سے مُنھ اپنا وہ موڑ کر

احوال ایک یہودی مرد صالح کا دربار یزید میں

سِرِ امام پر ایمان لانا اور بعد کو شہید ہو کر جنت کو سدھارنا

سنیں سامعیں اک یہودی کا حال ۔۔۔ زبانی وہ گوہر کی بے قیل و قال

لہ تذکرہ میں ابن ابی الدنیا سے مروی ہے۔ ابو برزہ اسلمی نے یزید کو چھڑی مارنے سے منع کیا۔ ۱۲

لکھا یوں تو ہر ایک نے ہے یہ حال — زباں ہے نہ پیاری نہ شیریں مقال
رکھا طشت میں جس گھڑی لا کے سر — وہاں وہ بھی موجود تھا بد گہر
کہا کس کا سر ہے یہ اے ذی حشم — ہوا اسپہ کیوں آپ کا یہ کرم
یہ ہے کس کی آنکھوں کا تارا حضور — خطا اس نے کیا کی ہے اے ذی شعور
جو اس طرح تشہیر اس کو کیا — عوض اس تظلم کا یہ جو دیا
یزید لعیں نے کہا یوں پکار — یہ ہے میرے ہمسر کا سر ذی وقار
کیا کرتا تھا دعوئے ہمسری — بغاوت کی دیتا تھا شہ ہر گھڑی
خلافت کی. لو اس کو آئی ندا — نشانِ امامت پہ لیتا اٹھا
جواں ہیں نے بھیجے یہاں سے جری — وہ سر کاٹ لائے سبھوں کا اخی
جو زندہ بچے قید ان کو کیا — برائی کا عوض بدی سے دیا
سنا جب یہودی نے اس کا یہ حال — ہوا مضطرب وہ بہت خوش خصال
کہا ہے بڑا کوئی عالی دماغ — خلافت کا دل ہیں جو رکھتا ہے داغ
بڑا ہے کوئی قوم کا یہ جواں — شرافت ہے چہرے سے اسکے عیاں
یزید لعیں نے کہا ہاں جناب — یہ ہے نورِ چشمِ شہِ بوتراب
اکھاڑا تھا جس نے درِ خیبری — انھیں کا یہ بیٹا جواں ہے جری
کہا نام کیا ہے پدر کا بھلا — کہا کہتے ہیں سب علی مرتضےٰ
کہا ماں کا بھی نام دیجے بتا — کہا ان کو کہتے ہیں سب فاطمہ رض
کہا کس کی بیٹی ہیں یہ جاں پناہ — کہا مصطفےٰ کی ہیں نورِ نگاہ
سنا جب یہودی نے ان کا یہ نام — گیا کانپ غصہ سے وہ ذوالکرام

عمامہ کو سر سے لیا پھر اوتار
زمیں پر پٹکتا تھا وہ بار بار

کبھی ورد سے ہوتا تھا اشکبار
کبھی سر کو دھنتا تھا وہ بے قرار

اسے سن کے فوراً دیا یوں جواب
یہ کہتے نہیں کیوں ہیں عالیجناب

نواسے کا کاٹا نبی کے گلا
خدا اس کی دے گا تجھے اب سزا

بڑی قدردانی یہ کی آپ نے
کہ جان حسینؑ اتنی لی آپ نے

بلا کر اُسے گھر سے مہماں رکھا
مگر آپ تسکیں نہ اس کو دیا

مجھے آتا افسوس یہ ہے بڑا
یزید لعیں تو نے یہ کیا کیا

ہمارے و۔ داؤدؑ کے درمیاں
ہوا پشت ستر کا فرق اے جواں

مگر لوگ کرتے ہیں میرا ادب
وہ تعظیم سے پیش آتے ہیں سب

جو کہتا ہوں تسلیم کرتے ہیں وہ
جبیں میری چوکھٹ پہ دھرتے ہیں وہ

مرے گھر کے پھرتے ہیں چارونطرف
وہ پاتے ہیں گویا کہ اس سے شرف

مجھے دیتے ہیں وہ زرِ لازوال
عنایت کیا کرتے ہیں بس کمال

یہ کل کی تو ہے بات اے پُر جفا
تمہارے نبیؐ نے جو پر وہ کہا

مگر ہائے تم نے ستم یہ کیا
کہ اولاد کا خوں یوں کر دیا

بُلا کر نواسے کو گھر اپنے آہ
کیا قتل ہے ہے اسے بے گناہ

نہ پانی دیا تین دن تک اُسے
پیاسے مرے وہ جو ہمراہ تھے

کبھی ایسا ستم تو ہوا آج تک
ہوا جیسا ان پر کہ زیرِ فلک

کیا تمہارے ہے دین میں یہ ہی
ہوا کرتا ہے اے شقی الشقی

یہ سب رسم کفار سے بڑھ گئے
تظلم پہ اب خوب تم چڑھ گئے

بُرے لوگ ہو تم خدا کی قسم
نہ کچھ خوف تم کو خدا و رسولؐ
یزید لعین نے یہ سُن کر کہا
نہیں جانتا شاہوں کا مرتبا
ابھی کہہ دوں جلا دسے گر ذرا
مگر خوف ہے مجھ کو اس بات کا
محمدؐ کا یہ حکم ہے برملا
اگر کوئی ایذا انھیں دے بشر
مگر کیا کروں اس سے مجبور ہوں
وگرنہ ابھی سر کو لیتا اوتار
کہا یہ یہودی نے اے شہریار
جو ہم ایسے ادناؤں کیواسطے
تو پھر اپنے لختِ جگر کے لیے
قیامت کا دن ہوگا جب اے لعیں
پھر آئیں گی زہرا کھلے سر وہاں
پکڑ کر وہ پایہ کو چاہیں گی داد
کہیں گی مرے بچہ کا بے خطا
تو کیا منہ خدا کو دکھائیں گے آپ
یزیدِ لعیں سن کے جل بھن گیا

کیا ابنِ حیدرؓ پہ تم نے ستم
تمہیں کیا کہیں گی کہو تو بتولؑ
یہ بکتا ہے کیا تو بہتا تو ذرا
اشارے سے ہوتی ہے گردن جدا
وہ دم بھر میں گردن کو دیگا اُڑا
کہ کیوں کر گلا کاٹوں بد ذات کا
کہ ذمی کو مارے نہ کوئی بھلا
غیر مسلمان جو مسلمان بادشاہت میں رہتا ہو
تو محشر میں مجھ سے رہے بے خبر
ہدایت پہ احمد کی مشکور ہوں
نہیں ایک بھی سنتا تیری پکار
حمق تیرا ظاہر ہے سب نابکار
بنیں گے وہ دشمن بقول آپ کے
نہ باز آئیں گے بے خصومت کئے
شفیع تیرے ہوں گے نہ وہ بالیقیں
بلائیں گی عرشِ خدا بے گماں
تو کیا منہ دکھائیگا اے بد نہاد
لعینوں نے سر کاٹا اے کبریا
سخن کون سا واں بنائیں گے آپ
وہ غصہ کی آتش میں جلتا رہا

دیا حکم جلاد کو یہ پکار
سُنا جب یہودی نے اس کا کلام
گیا نزد سر اور فریاد کی
ازاں بعد ہاتھوں پہ سر کو اُٹھا
مسلمان ہوتا ہوں میں برملا
کہا آ کے محشر میں لینا خبر
یزید لعین نے کہا اے لعیں
جو ایمان پہلے سے لاتا تو آہ
یہودی نے اس سے کیا یہ خطاب
جب اُن کو ہی تو نے نہ چھوڑا لعیں
لے جا ضر ہے سر شوق سے کاٹ لے
ملے گی شہادت مجھے بھی ضرور
یزید لعین نے لیا کاٹ سر

ابھی اس کے سر کو تو تن سے اُتار
ہوا غم سے بے چین وہ ذوالکرام
بیاں اس کی ساری وہ بیداد کی
کہا ابن حیدرؓ مجھے تو بچا
پڑھا کلمہ طیب بصد اتقیٰ
شہادت بھی دینا تم ایماں پر
ہوا موت کے ڈر سے تو مسلمیں
تو یوں قتل ہوتا نہ تو بے گناہ
حسین ابن حیدرؓ ہے بہتر جناب
تو کس گنتی میں ہوں میں ای بد تر یا
نجات اس مصیبت سے اب مجھکو دے
شہیدان ملت کے ساتھ اے حضور
وہ جنت کو پہونچا یہ خستہ جگر

قیصر روم کے ایلچی کا سر اقدس کو دیکھ کر گھبرانا اور یزید پلید کے افعال پر نفرین کر کے چلا جانا

لکھا اک جگہ یہ بھی راوی نے حال
سر شہ سے کرتا تھا وہ بے رخی

کہ جس دم یزید لعیں بد خصال
تو حاضر تھا اک روم کا ایلچی

سر شہ کو دیکھ بے اختیار — محبت سے کھوتا تھا جی کا قرار
کبھی آہ و نالے سے کرتا فغاں — کبھی دل پکڑ کر وہ رہتا طپاں
یزید لعیں سے کہا اے شقی — سناتا ہوں میں حال تجکو ابھی
ہمارے جو عیسیٰ ہیں گذرے نبیؐ — فدا اُن پہ امت تھی دل سے سبھی
ثبوت اس کا دیتا ہوں تجکو اجی — نشاں ٹاپوں پر ہیں سم کے ابھی
خرِ عیسیٰ کی اے جوانِ جری — ہے اس درجہ تعظیم ہم کو نبیؐ
تبرک ہم اُن کو سمجھتے ہیں سب — وہاں جاتے ہیں سر جھکا با ادب
زیارت کو ہر سال جاتے ہیں ہم — اور آنکھوں سے اُن کو لگاتے ہیں ہم
زر و مال دیتے ہیں دل سے لٹا — یہ توقیر عیسیٰ بصد التجا
کہ مقبول ہو جائے شاید یہ مال — نہ دولت پہ آئے کبھی کچھ زوال
صد افسوس کل تو سا ہمارے نبیؐ — اور آج ہی گلا کاٹا ابن علیؓ
نواسہ نبی کا کیا ہے شہید — نہیں کام تو نے کیا یہ سعید
یہ وہ ہے نواسہ کہ جس کے لیے — خدا نے عنایت تھے کپڑے کئے
لے سن وہ بھی کرتا ہوں تجھسے بیاں — روایت محبت کی اے مہرباں

روایت محبت حسنین علیہما السلام اور تصفیہ فرمانا حق سبحانہ تعالیٰ کا

مدینہ کو ایک بار رہتا میں گیا — حیاتِ نبیؐ میں بہ لطفِ خدا
گیا اُن کی مجلس میں میں ایک بار — زیارت کی خاطر شہِ ذی وقار

دل و جاں سے ان پر فدا ہو گیا — حواس اپنے گویا کہ میں کھو گیا

کیا پیش خدمت میں عنبر شتاب — دیا مشک بھی نذر میں لاجواب

نبی نے کہا مجھ سے با صد خوشی — مشرف باسلام ہو تم ابھی

کرو پہلے ایمان کو تم قبول — کہ ہوتا کہ رحمت کا تم پر نزول

کروں تب یہ ہدیہ میں جی سے قبول — نہوں آپ ہرگز بھی اب کچھ ملول

کرم پھر یہ مجھ پر خدا کا ہوا — کہ ایمان اس نے عنایت کیا

وہاں سے میں آیا وطن کو شتاب — رکھا دل میں پوشیدہ اس کو جناب

ازاں بعد سب بیٹے اور بیٹیاں — مسلمان وہ ہو گئے بے گماں

بفضلِ خدا وہ مسلماں ہوئے — عطا کفر سے سب کو ایماں ہوئے

انھیں روزوں کا ہے یہ سب تذکرا — جو سر طشت میں پاس تیرے دھرا

کیا تو نے اس درجہ جنکو ہے خوار — یہی عالی ہمت ہیں وہ ذی وقار

سناتا ہوں تجھ کو روایت ابھی — سراپا محبت کی سبطِ نبیؑ

یہ اک دن کہیں ام سلمہؓ کے گھر — گئے کھیلنے کو بصد کر و فر

نکل آئے گھر سے بصد اضطراب — سبب کچھ نہ اس کا کھلا اے جناب

نبی نے جو دیکھا اُنھیں خستہ حال — اُٹھا گود میں چومے لب اور گال

دیئے بوسے دندان ولب پر سبھی — کہ کم درد ہو جائے دل سے سبھی

اِدھر اور اُدھر لے کے پھر گھومتے — کبھی پیاری صورت کو وہ چومتے

کہا اُس پہ لعنت خدا کی پڑے — جو تجھ سے بلا وجہ آکر لڑے

ترا سر جو تن سے اتارے لعین — وہ دوزخ کا کندہ بنے بالیقین

از ان بعد پھر دوسرے دن یہی
لڑے خوب آپس میں سبطِ نبیؐ
گئے دونوں مسجد میں بھائی شتاب
یلِ پیل تن بن کے عالی جناب
کہا نانا صاحب لڑے آج ہم
بہم دونوں بھائی بہ لطفِ اتم
کسی نے کسی کو پچھاڑا نہیں
یونہیں اک نے اک کو لتاڑا نہیں
نہ معلوم کس میں ہے قوت سوا
بس اب آپ اس کا کریں فیصلا
ہمیں جلد اب یہ بتا دیجئے
کہ قوت ہے کس میں جتا دیجئے
نبیؐ نے کہا ٹھہرو اسدم ذرا
نہ گھبراؤ دل میں مرے دلربا
ولے کام یہ تو تمہارا نہیں
کبھی نام ہوگا ہمارا نہیں
مناسب ہے یہ بات اے نورِ عین
کہ گھر جاؤ تم دونوں بالطف و چین
سحر کو پھر آنا یہاں شاد و شاد
دکھانا ہمیں لکھ کے خط بامراد
لکھے گا جو خط خوشخطی سے سوا
وہی ہوگا قوت میں سب سے بڑا
گھر آئے لکھا دونوں نے خط شتاب
گئے پاس نانا کے لے کر جناب
نبی پیار کرتے تھے دل سے سوا
سمجھتے تھے دونوں کا اک مرتبا
انھوں نے کہا اپنے دل میں خیال
کہ بہتر بتاؤں کسے ذوالجلال
کہوں اچھا خط گر حسینؑ حزیں
تو بیتاب ہوگا حسنؑ پھر وہیں
حسنؑ کا اگر خط بتاؤں بھلا
تو شبیرؑ کو ہوگا صدمہ بڑا
یہی سوچ کر دل میں اُن سے کہا
کہ تم پاس جاؤ علیؓ کے ذرا
وہ خط جانتے ہیں بُرے اور بھلے
بتا دیں گے سب حرف اچھے بُرے
گئے دوڑتے اپنے والد کے پاس
دکھائے وہ خط دونوں نے بے ہراس

کیا عرض سارا مفصل وہ حال ہوا ان کے دل کو بھی سنکر ملال
کہا پاس مادر کے جاؤ شتاب وہی دین گی اچھے بُرے کا جواب
غرض دونوں دوڑے گئے پھر وہاں جہاں بی بی زہرا تھیں جلوہ کناں
مفصل وہ قصہ سنا سب دیا کہا کر دو مادر ہمیں فیصلا
کہ خط دونوں میں کس کا بہتر ہے آب ملاحظہ تو فرمائیے ذی حسب
بتائیں گی خط جس کا اچھا حضور وہی ہوگا قوت میں بہتر ضرور
یہی سیدہؓ نے بھی دل میں کہا کہ مشکل ہے کرنا ذرا فیصلا
یوں ہی اِن کے نانا نے بھیجا ادھر کہ فیصل کریں گے تمہارے پدر
نہ کچھ اُن کی خاطر پہ آئے ملال یو نہیں اُن کو بھیجا ادھر کو ہٹال
کہا سیدہؓ نے کہ اے دلربا میں کیا جانوں خط کو بُرا اور بھلا
مگر سات موتی ہیں یہ میرے پاس نچھاور وہ کرتی ہوں میں بے ہراس
سروں پر تمہارے کروں گی نثار چُنے گا جو موتی سوا ذی وقار
اُسی کا ہے خط اچھا اور خوشنما وہ قوت بھی رکھتا ہے سب سے سوا
انھیں پیار پھر سیدہؓ نے کیا محبت سے گودی میں اُن کو لیا
سروں پر کیئے پھر وہ موتی نثار نبیؐ کے نواسوں کے اے شہریار
خوشی سے وہ سر اپنا دھننے لگے نچھاور کے موتی بھی چننے لگے
اُٹھا پھر لیے جلدی سے تین تین دکھانے کو مادر کے وہ بین بین
برابر چنے دونوں نے برملا نہ کم بیش کا دھیان دل میں کیا
خدا نے کیا اسطرح سے خیال نہ حسنینؑ کو ہو پہنچے کچھ بھی ملال

یہ چھوٹا تھا جو موتی پسے گا کوئی
تو غیرت سے کٹ جائے گا پھر وہی

دیا حکم جبریل کو یہ شتاب
کہ جاؤ زمیں پر بصد اضطراب

کرو آدھا آدھا وہ موتی ابھی
کہ مٹ جائے جھگڑا یہ فوراً سبھی

وہ چن لیں گے اُن کو بصد خورمی
نہ غمگین خاطر ہو سبطِ نبی

وہیں آئے جبریلؑ فوراً اُتر
کیا موتی دو ٹکڑے وہ خوش سیر

اٹھا کر وہ ٹکڑوں کو با صد خوشی
گئے پاس مادر کے دونوں اخی

کہا کس میں طاقت ہے اماں بڑی
کہا ماں نے تم ہو برابر قوی

سنا مژدہ وہ ماں سے ہوئے شاد دل
چلے واں سے ہنستے ہوئے دونوں مل

کہا آکے نانا سے سب ماجرا
ہوئے شاد سن کر حبیبِ خدا

کہا پھر یزیدِ لعیں سے پکار
ذرا شرم کر دل میں اے نابکار

مگر تو نے عزت نہ کی کچھ ذرا
نبی نے اس کو گوارا کیا

کہ ابنِ علی کو نہ ہو کچھ ملال
ہوا فاطمہ کو بھی صدمہ کمال

نہ دی فوقیت ایک پر ایک کو
مگر تو نے کاٹا گلا دیکھ تو

پلایا حسنؑ کو بھی زہر ستم
لڑا چھوٹے بھائی سے جا کر بہم

کئے قتل تو نے بہتر جواں
وہ مظلوم و بیکس جو تھے خستہ جاں

حسین حزیں کا لیا سر اُتار
نہ اس پر بھی آیا تجھے کچھ قرار

مجھے آتا افسوس ہے یہ بڑا
نہ پاس ادب تو نے کچھ بھی کیا

غضب ہے فلک جانے کیوں ہے رکا
گرا کیوں نہ اب تک زمیں پر بھلا

حسین ابن حیدر کا ہو خون ہائے
زمین و فلک کیوں نہ پھر تھرائے

نبی کو نہو جن کے رونے سے تاب
کرے قتل ان کو تو خانہ خراب
نہ کیوں خون برسے فلک سے بھلا
نواسہ نبی کا جہاں سے اُٹھا
سنا حاضریں نے جو یہ ماجرا
گرے فرش زریں پہ کرتے بکا
ہوا پھر تو اُس جا یہ ماتم بپا
ہر اک جاں کھوتا تھا چھوٹا بڑا
یزیدِ لعیں نے یہ سنکر کہا
مجھے شرم آتی ہے اے بے حیا
کہ تو قاصد قیصر روم ہے
بہت ہی بڑا تیرا مقسوم ہے
وگرنہ ابھی قتل کرتا تجھے
لحد میں تہِ خاک دھرتا تجھے
کہا فخر سے ایلچی نے پکار
ذرا شرم کیجے گا اے شہریار
تمھیں پاس ہے قیصر روم کا
نہ کچھ ہے ادب شہ کے معصوم کا
تعجب ہے اس کا کرو جو خیال
نبی کے نواسے کو دو تم ملال
خدا کا نہ کچھ خوف دل میں کیا
اُسے بے خطا قتل جو کر دیا
قیامت میں کیا دوگے اس کا جواب
خدا پوچھے گا تم سے روز حساب
بنائے گا دوزخ کا کندہ تمہیں
یقیں ہو گیا یہ بھی بالکل ہمیں
غرض ایلچی نے بُرا اور بھلا
کہا اور فوراً اُٹھ کھڑا ہوا
یہ مُنہ اُس کا حسرت سے تکتا رہا
وہ آنکھوں ہی آنکھوں میں چلتا بنا

یزید پلید کا اہلبیت کو اپنے پاس بلا کر مباحثہ کرنا اور خود لاجواب ہو کر شرمندہ ہونا

لکھا اس طرح ہے سارا یہ حال
یزید لعیں کا سنیں خوش خصال
ہوئی اس پہ پھٹکار خلق خدا
تو بحر خجالت میں غرق ہو گیا

کہا اُس نے سب سے یہ اُس دم پکار
سنا ہے علی کے ہیں پوتے کئی
کہا تین لڑکے تھے اے شہریار
فقط ایک باقی ہے عابد یہاں
اسے پیش کرتے ہیں لاکر ابھی
بُلایا اسے سامنے پھر شتاب
تجھے کچھ خبر بھی ہے لڑکے ذرا
کہ منبر پہ خطبہ پڑھیں بر ملا
خدا کا۔ بڑا اشکر یہ پھر ہوا
دیا اس کو عابد نے جل کر جواب
ترا کون لیتا ہے منبر پہ نام
ترے گھر پہ آتے فرشتے تھے کب
گیا سدرۃ المنتہیٰ کس کا جد
ساتویں آسمان پر ہے جہاں تک جبرئیل امین جاسکتے ہیں مخصوص درخت بیری ۱۲
وحی تیرے گھر پر کب آئی بھلا
یہ سب کلمہ پڑھتے ہیں کس کا بشر
نبیؐ کی محبت جو کامل ہوئی
ہوئی کس پہ نازل یہ آیت شریف
ہمیں کو ہے سب مرتبہ یہ ملا
ہمارا تمہارا یہ پیشِ خدا

کہاں ہیں وہ عابد جو تھے دلفگار
علی اور اکبر و اصغر علی
کئے قتل دو ہم نے با صد وقار
اسے قید کر لائے ہم بے گماں
کریں اس سے صاحب سخن منتہی
ہوا گویا اس طرح خانہ خراب
ترا باپ رکھتا تھا یہ التجا
ہمارے ہی سب باپ اور دادا کا
کہ ارمان اُن کا نہ پورا کیا
کہ بکتا ہے کیا تو یہ خانہ خراب
تجھے کون کہتا ہے خیر الانام
تجھے آکے جھولا جھلاتے تھے کب
ذرا شرم کر دیکھ افعال بد
نبیؐ کون کنبہ میں تیرے ہوا
بتا تو مجھے جلد اے خیرہ سر
خدا کی عنایت بھی شامل ہوئی
جسے کہتے تطہیر سب ہیں ظریف
ہمیں سے ہے کفر و ضلالت مٹا
قیامت کے دن ہوگا سب فیصلا

سنا جب یزید لعین نے یہ حال
ہوا زرد غصہ سے سب چہرہ لال

کہا اس کو لیجاؤ فوراً ابھی
گلا کاٹ کر مجھ کو لا دو ابھی

سنی ام کلثومؑ نے جب یہ بات
ہوئیں گو یا بر دے سر وہ خوش صفات

کہا کرتا کیا ہے غضب تو لعین
ذرا بھی تو ڈرتا خدا سے نہیں

قیامت میں کیا دے گا حق کو جواب
نہیں کچھ ہے ظالم یہ کارِ ثواب

اور اک چیخ ماری بصد لا کلام
کہا تو نے جبر آکے خیر الانام

چلو نانا ظالم نے ڈھایا ستم
دیا بیکسوں کو الم پر الم

قطع کرتا ہے نسلِ حیدر کو یہ
بلا وجہ تانے ہے خنجر کو یہ

سنا جس گھڑی یہ سخن پر ملال
یزید لعیں نے بصد خستہ حال

گیا کانپ دہشت سے وہ بےحیا
کہا چھوڑ دو عفو ہم نے کیا

یزید پلید کا حضرت زین العابدینؒ کو اپنے پہلو میں بٹھا کر کہنا کہ میرے بیٹے سے آپ کشتی لڑتے ہیں اور آپ کا دنداں شکن جواب دینا

بٹھا کر انھیں پاس اپنے شتاب
کہا میرا لڑکا ہے تم سا جناب

عمر میں بھی ہوگا یہ ہم سن ضرور
اگر اس سے کشتی لڑیں ذی شعور

تو قوت کا اندازہ ہو جائیگا
خو دہی رسے یہ خود اپنی کھو جائیگا

کہا کام لڑنا ہمارا نہیں
ہمیں ہاشمیت پہ دعوی نہیں

اگر آپ اس کو لڑاتے ہیں اب
تو اک اک چھری دیجیے ذی حسب

مزا اب تجکو کشتی کا آجائے گا — کوئی جان سے خود چلا جائے گا
تڑپتا ہوں میں یا کہ لخت جگر — ابھی لاشہ دیکھو گے تم سربسر
تماشہ اگر دیکھنا ہے تمہیں — تو اک اک چھری دیجئے گا ہمیں
اگر دی اجازت ہمیں اس گھڑی — تو پوری کریں دل کی حسرت تیری
اگر آئے غالب یہ مارے مجھے — وگرنہ جدائی کا غم دے تجھے
یزید اس پہ راضی نہ ہرگز ہوا — بڑی دکھتی رگ پکڑی اے دلربا

حضرت امام زین العابدین سے پسر یزید لعین کا بحث کرنا

کہا راوی نے اس طرح پر بیاں — کہ نوبت بجی شام کی جب وہاں
تو بولا یزید لعیں کا پسر — سنی تو نے نوبت یہ اے خوش سیر
کہاں ہے وہ نوبت ترے باپ کی — سنی جیسے تو نے مرے باپ کی
کہی عابد خستہ تن نے یہ بات — ذرا شرم کر دل میں اے بد صفات
ابھی تجھ کو دیتا ہوں اس کا جواب — مرے باپ کی ہے وہ نوبت جناب
کہ تا حشر بجتی رہے گی مدام — نہ موقوف ہوگی وہ اے خیرہ فام
جسے کہتے ڈنکا ہے اسلام کا — وہ بجتا رہے گا اسی نام کا
یہ نوبت ہے دو دن کی اے خیرہ سر — وہ بجتی رہے گی یوں ہی عمر بھر
اسے سن کے پڑھتے ہیں لاحول سب — اسے سن کے کرتے ہیں سب یاد رب
کہ اتنے میں آئی اذاں کی صدا — مسلمان ہوئے محو یاد خدا
یزیدی جو نوبت تھی وہ تھم گئی — صدائے اذاں کی یہ حرمت ہوئی

کہا عابد خستہ تن نے پکار
صدا پنج وقتی سنے شہریار

ہمیشہ رہے گی اسی شان سے
مشرف مسلماں ہیں ایمان سے

مجھے رنج و باطل نے گھیرا ہے کیوں
جو دیتا ہے اوروں کو طعنے تو یوں

تو بھولا ہوا ہے خدا و رسول
خرافات دنیا میں پھنس کر فضول

ہمیشہ رہے گا نہ یہ تیرا دور
نہ تو ہوگا دنیا میں کر اس پہ غور

نہ یہ ساتھ جائے گی دولت کبھی
رہے گی یہیں سب پڑی کی پڑی

سنا جس گھڑی اس نے اس کا یہ حال
وہ تھر تھر لگا کانپنے بدخصال

شرمندہ ہونا یزید پلید کا اور دریافت کرنا کہ آپ کیا آرزو رکھتے ہیں

سنا جب یزید لعیں نے یہ حال
ہوا سن کے شرمندہ وہ بدخصال

کہا آرزو کیا ہے دل کے قریں
بتاؤ تو مجھ کو ذرا دل حزیں

ابھی اس کو پورا کرونگا ضرور
جو ارشاد ہوگا شہ ذی شعور

کہا چاہتیں چار رکھتا ہوں میں
سنیں آپ اُن کو تو کہتا ہوں میں

پدر کو مرے قتل جس نے کیا
حوالے اُسے آپ کر دیں ذرا

کہ تا قتل اس کو کروں میں ابھی
نکالوں وہ حسرت جو جی میں بھری

کہا پھر یزید لعیں نے پکار
یہ ارکان دولت سے اے ذی وقار

خبر دو مجھے اس کی آ کر ذرا
کہ عابد پہ یہ ظلم کیوں کر ہوا

حسین حزیں قتل کس نے کیا
یہ بار ندامت جو سر پر لیا

کہا خولی نے اُن کو مارا ضرور
وہی اس کا بانی تھا اے ذی شعور

ڈرا خولی دہشت سے اور یوں کہا
مجھے تو خبر بھی نہیں کچھ ذرا

سناں نے انھیں مارا ہے برملا
کہا پھر سناں نے کہ لعنت خدا

حسین حزیں کو جو مارے بشر
کھڑا جائے دوزخ کو وہ سر بسر

مگر شمر نے اُن کو مارا ضرور
کیا ہے اسی نے یہ کارِ نفور

بلا شمر کو پوچھا سب ماجرا
حقیقت جو گذری ہے وہ برملا

کہا اس نے معاذ اللہ میں نے نہیں
کیا قتل ہرگز حسینِ حزیں

کہا تیرا لیتے ہیں سب لوگ نام
کہ شمرِ لعیں نے کیا ہے یہ کام

کہا سب یہ جھوٹے ہیں اے شہریار
نہیں ہے خطا میری کچھ زینہار

ہوا غصہ سُنکر وہ اس بات کو
جھڑکنے لگا پھر وہ بدذات کو

کہا سچ بتا شمر یہ ماجرا
کیا قتل کس نے ہے ان کو بھلا

ہوا شمر سُن کر تبسم کناں
کہا کیا سناؤں تمہیں داستاں

اگر کہتا سچ ہوں یہ سب ماجرا
تو یہ ہے خلافِ ادب اے شہا

نہیں مانتے گر ہیں اس کو حضور
تو کہتا ہوں ساری حقیقت ضرور

انھیں قتل اُس نے کیا بے گماں
کہ جس نے بلایا تھا سارا جہاں

عرب اور عجم شام کے پہلواں
جمع کر لیے تھے بلا کر یہاں

خزانے کا بھی کھولا منہ برملا
سپاہ کو بھی ہتھیار گھوڑا دیا

ازاں بعد اس نے کیا انتظام
کہ تم کاٹ کر لاؤ فرقِ امام

سنا جب یزیدِ لعیں نے یہ حال
ندامت کے دریا میں ڈوبا کمال

ہوا نارِ غیرت سے جل کر کباب
دیا شمر کو کچھ نہ اُس نے جواب

کہا پھر یہ زین العبا سے پکار — تجھے اور حاجت ہے کیا ذی وقار
بیاں کر وہ مجھ سے ابھی زود تر — کروں تاکہ پورا اُسے بے خطر
کہا اک تمنا ہے دل کو بڑی — سر شاہ دیں مجھ کو دیدے ابھی
ازاں بعد سارے وہ سر دے شہید — جنھیں تو نے گھر میں رکھا ہے پلید
رہا کر دے قیدی وہ سارے ابھی — کہ جائیں یہ گھر سب خوشی با خوشی
اگر دے اجازت مجھے برملا — تو خطبہ پڑھوں جا کے کل جمعہ کا
سناؤں میں سب شامیوں کو یہ حال — جو کچھ مجھ پہ گذرا ہے رنج و ملال
کہا مجھ کو منظور ہیں سب سوال — دل و جاں سے میرے یہ اے خوشخصال

یزید کا اپنی تعریف میں خطبہ پڑھوانا حضرت زین العابدین کا اُس خطیب کو روک دینا اور خود وعظ کہہ کر حاضرین جلسہ کو محو حیرت بنانا

سنو اب یہاں سے مصیبت کا[1] حال — بیاں ہوتا ہے وہ سراپا ملال
روایت یہ راوی نے کی ہے بیاں — کہ عابد جگر خستہ و نیم جاں
شب و روز روتے ہی گزرے تمام — یہی مشغلہ اُن کا تھا صبح و شام
ہر اک کی تسلی میں تھے گرم کار — رہا کرتے شب بھر یونہیں بیقرار
پڑی بیڑیاں پاؤں میں تھیں تمام — نہ چل سکتے تھے وہ کبھی خوشخرام
رگڑتے تھے صدمے سے وہ ایڑیاں — بجا کرتی تھیں شوق سے بیڑیاں

[1] یہ حال تاریخ اسحاقی میں تحریر ہے طبری نے روایت کی ہے ۱۲

ہوئے قید خانہ میں داخل وہ جب
رہے درد و غم سے بہت مضطرب

انھیں قید خانہ میں لاکر رکھا
نہ سادات پر کچھ ترحم کیا

زباں سے نہ اُف کی ذرا بھی کبھی
متانت (بردباری ۱۲) سے سہتے تھے وہ غم سبھی

رہے پھر مصیبت میں ثابت قدم
نہیں ان سا صابر کوئی ذو الکرم

نہ سوتے کبھی چین سے رات بھر
تڑپتے ہی رہتے تھے آٹھوں پہر

ہوئے آکے جس دم وہ سارے بہم
کہا سب نے ان سے کہ اے خوش شیم

سنائیں کوئی بات حق کی جناب
کہ ہو دور دل سے یہ اپنے عذاب

سُنا جب یہ عابد نے ان کا کلام
کہا یہ مناسب ہے اے نیکنام

ذرا ٹھہر گوہر بیاں کر تو غور
یزیدِ لعیں کے سنا ہم کو طور

ہوا دن جمعہ کا جو جلوہ فگن
یزیدِ لعیں نے کہا یہ سخن

جمع آکے ہوں جامع مسجد میں سب
سنیں آج خطبہ وہ بہر طرب

ہوئی ہے ظفیر (فتح ۱۲) مجمع باعز و شاں
کروں کیوں نہ سب کی میں دعوت یہاں

چڑھا آکے منبر پہ جب وہ خطیب (خطبہ پڑھنے والا ۱۲)
سُناتا ہے تعریف سب کو عجیب

یزیدِ لعیں کی وہ کرتا ثنا
اور آلِ نبی کو تھا کہتا بُرا

سنا جب یہ عابد نے اُس کا کلام
ہوا سُرخ غصہ سے چہرہ تمام

کیا بکتا کیا ہے تو اے پُرجفا
کہ کرتا ہے تو ہجوِ آلِ عبا

وہ آکر کے منبر پہ فوراً چڑھے
سبھی منہ کو تکتے تھے اعدا کھڑے

اُدھر سے چلا سارا لشکر یزید
ہوا نزدِ منبر کھڑا وہ پلید

پڑھا نعمتِ حق کا خطبہ تمام
نبی پر بھی بھیجا درود و سلام

ازاں بعد یاروں کی تعریف کر — رلایا ہر اک شخص کو بے خطر
شہادت سے بابا کی بے چین تھے — عیاں اُن کی صورت سے سب بین تھے
کہا پھر شہادت کا سب ماجرا — ہوا ہم پہ اس طرح ظلم و جفا
یہ دیتا ہوں سب کو میں اسدم خبر — شہِ لافتیٰ کا ہوں لختِ جگر
میں فرزند حیدرؑ ہوں سبطِ نبیؐ — نہیں مجھ سے بہتر کوئی متقی
میں ہوں فاطمہؑ کا بھی نورِ نظر — مجھے داغ کس نے دیا بے خطر
میں ہوں قرۃ العین ابن حسینؑ — مرا چھینا ظالم نے ہے دل کا چین
یزیدِ لعین نے کیا یہ ستم — کہ عموی کو میرے دلایا ہے سم
پدر کو بھی میرے کیا قتل ہائے — مجھے قید کر کے یہ ظالم ہیں لائے
کیا ہے ستم پر ستم یہ بڑا — کہ دروازے پر ٹانگا سر باپ کا
یہاں پر ہے کوئی نہ اپنا رفیق — نہ غمخوار حامی نہ مونس شفیق
تعجب میں کرتا ہوں اس بات کا — یہی ڈھنگ ہے کیا مدارات کا
قیامت میں ہوگی یہ فریاد بھی — دکھا دوں گا صاحب کی بیداد بھی
سنی جب یہ گفتار خستہ جگر — تڑپتا تھا صدمہ سے ہر اک بشر
مچا پھر تو کہرام اتنا بڑا — کہ آنکھوں سے دیکھا نہ کانوں سنا
ہر اک کہتا تھا تھام کر یہ جگر — کہاں پائیں تم کو ہم اے خوش سیر
ڈرا پھر تو دل میں یزیدِ پلید — کہا کوئی آکر دے نہ مجھ کو شہید
نہ ہو جائے بلوہ کہیں شہر میں — نہ پھنس جائے جاں میری اب قہر میں
کہا یہ مؤذن سے اُس نے شتاب — اذاں دے تو جلدی سے خانہ خراب

لیا جب مؤذن نے نام نبیؐ — اتر آیا منبر سے ابن علیؓ
کہا ہے قسم تجھکو اس نام کی — لیا ہے اذاں میں جو تو نے ابھی
ذرا ٹھہر چپ جا سن میری بات — مجھے کہنا ہے راز اک بدصفات
یہ ہے نام کس کا محمد بتا — وہ ہے کون عالی ہمم یہ جتا
اگر ہے حقیقت میں میرا پدر — تو لعنت بڑے تجھپہ اے بدگہر
کہ لیتے نمازوں میں ہو اسکا نام — مگر قتل کنبہ کیا ہے تمام
کہاں کا یہ اسلام ہے اے شقی — جو ڈھایا ستم بیکسوں پر اخی
ذرا دل میں کر خوف رب العلا — کیا خون تو نے جو یہ بے خطا
کیا شام والوں سے پھر یہ خطاب — کوئی تم میں ایسا ہے عالی جناب
کہ مجکو بتا دے یہ نکتہ ذرا — کہ ہو اس کا نانا نبی پاک سا
وہ دادا بھی ہو اس کا شیر خدا — کہ اوصاف جس کے کہے کبریا
پریساں ہوئے سن کے سارے لعیں — نہ اب تک سنا تھا کسی نے کہیں
سنا سب نے جس دم یہ ان کا سخن — ہوئے مضطرب وہ بہت خستہ تن
وہ رونے لگے سن کے یہ زار زار — ہوئے فرط اندوہ سے بے قرار
کسی صف میں بیہوشی طاری ہوئی — کسی صف میں کچھ آہ و زاری ہوئی
ہوا اس قدر شور چاروں طرف — کہ پایا نہ شہ تک کسی نے شرف
اٹھا خوف کھا کر یزید پلید — کہا پھر مؤذن سے اے بوسعید
کہو جلد تکبیر اے ذی وقار — کہ تھم جائے خلقت کی ہر سو پکار
پڑھیں سب نمازی نماز آ کے یاں — کہ ہو جائے تسکین کچھ بے گماں

تحیر میں خورد و کلاں تھے تمام
پریشاں ہوئے اشقیا دیکھ کر
ہراک کو وہاں سکتہ سا ہو گیا
ہراک تھا کھڑا غور سے دیکھتا
کیا خطبہ عابد نے جب کہ تمام
ہوا حکم پھر یہ یزید پلید
رکھو قید میں جاکے تم لا کلام
توجہ نہ کچھ بھی ذرا کیجئے
یہ سحر البیاں ہیں سبھی لا کلام
گئے قید خانے میں وہ نیم جاں
خموشی سے بیٹھے تھے سارے وہ کام
وہ تھے بیٹھے مبہوت خستہ جگر
خوشی سے وہ گویا کہ خود کھو گیا
کہ عالم تھا سکتہ کا چھایا ہوا
ہوئے محو یادِ خدا خاص و عام
کہ لیجاؤ تم ان کو ابن سعید
یہ ہیں صاحبِ ظرف عالی مقام
ہراک کام تدبیر سے کیجئے
ہراک کا لبھاتے ہیں دل صبح و شام
شب و روز کرتے تھے آہ و فغاں

روایت جان دینا یادِ پدر میں بی بی سکینہ بنت حسین کا

اور دیدار پانا خواب میں پدر رنجور و لفگار کا

کہی راوی خستہ تن نے یہ بات
فراغت ہوئی جب کہ دربار سے
دیا رہنے کو اک مکاں خوشنما
اسیرانِ غم کیوں نہ رہتے کھڑے
لکھا ہے کہ دختر تھی اک نازنین
سنیں آپ اُسکو ذرا خوش صفات
یزید لعین کی وہ سرکار سے
اسیران بیکس کو سب سے جدا
نئے طرح کے صدمے سہنے پڑے
فقط چار ہی سال کی بالیقین

ملا ننھے سن میں یتیمی کا داغ
ہوا اس کی امید کا گل چراغ

کہا اماں بابا گئے ہیں کہاں
پلٹ کر نہیں آئے اب تک یہاں

نہ جب چین آیا اسے کچھ ذرا
تو بے تاب ہو کر یہ اس نے کہا

کہاں میرے بابا سدھارے ہیں اب
جُدائی سے ان کی ہوئی مضطرب

وہ آکر گلے سے لگاتے نہیں
مجھے شکل اپنی دکھاتے نہیں

کئی دن سے اُن کو ہے دیکھا نہیں
یوں ہی چین دل کو اب آتا نہیں

مرے شمر نے چھینے دُر کان کے
کیا ظلم ظالم نے یہ جان کے

نہ افسوس آکر خبر لی ذرا
کہ مظلوم پر بیتی اس دم ہے کیا

تمھیں پھوپی اماں بتا دو مجھے
اسیری کے غم کوئی کیسے سہے

کیا کس لیے قید ہم کو یہاں
مکانات تیرہ ہیں اے اماں جاں

نظر کچھ بھی آتا نہیں ہے ذرا
اب آتا ہے مُنھ کو کلیجہ مرا

دھڑکتا ہے سینہ میں دل دھار دھاڑ
مجھے کاٹنا ہو گئی شب پہاڑ

کہا ماں نے کیوں روتی ہے میری جاں
ترے باپ آئیں گے اب بے گماں

تجھے میوے لا کر کھلائیں گے وہ
اور آبِ خنک بھی پلائیں گے وہ

لو اب آؤ گودی میں روتی ہو کیوں
گئی رات زیادہ نہ سوتی ہو کیوں

غرض ہر طرح اس کو بہلاتی تھی
مگر وہ نہ چپکی تھی چلاتی تھی

کبھی چوم کر منھ کو کہتی تھی ماں
اب آئیں گے بی بی کے بابا یہاں

لو گودی میں آجاؤ اب میری جاں
کرو یوں نہ ماتم پدر کا یہاں

رکھا سر کو زانوں پہ ہو کر اُداس
کچھ ایسی ہوئی اُس کے دل کو تھی یاس

جو سر رکھا زانوں پہ بیہوش تھی — جُدائی سے بابا کے مدہوش رہتی تھی
یونہی نیند میں چور جب ہو گئی — تو تقدیر کی طرح وہ سو گئی
نظر آیا جلوہ اسے باپ کا — کہا سر سے سایہ اُٹھا آپ کا
اُٹھا کر لگایا اسے سینہ سے — بُری تھی وہ ہر ظلم اور کینہ سے
محبت سے بھر آیا دل باپ کا — رکھا ہاتھ سر پر بہ لطف و عطا
کہا پیاری بیٹی نہ اب روئیے — جُدائی میں میری نہ جاں کھوئیے
وہ لپٹی گلے سے بصد درد و آہ — کہا تم کو بابا نہیں میری چاہ
کئی دن سے مجھ سے جُدا تھے پدر — کہاں جا کے بیٹھے تھے اے خوش سیر
کھلی آنکھ گھبرا کے پھر بے خطر — اُٹھی روتی بابا کی لختِ جگر
مکاں میں اندھیرا تھا چھایا ہوا — نظر آیا اس کو نہ جب کچھ ذرا
تو اک چیخ ماری بصد درد و آہ — ہوئی فرش پر گر کے حالت تباہ
پکاری وہ پھر باپ کو درد مند — جُدائی تمہاری نہیں ہے پسند
صدا پھر نہ اس کی ہوئی کارگر — تڑپتی رہی وہ یونہی نوحہ گر
کہا اچھی پھوپی پدر ہیں کہاں — ابھی تو ملے تھے مجھے وہ یہاں
بٹھایا تھا گودی میں منہ چوم کر — نہ اب اُن کو پاتی ہوں میں نوحہ گر
بتا دے کوئی اب وہ آئیں گے کب — جمالِ منور دکھائیں گے کب
انھیں پاس میرے بلا دے کوئی — دیا شکل اُن کی دکھا دے کوئی
بلا باپ کیسے رہوں گی یہاں — میں اب ڈھونڈھنے اُن کو جاؤں کہاں
کہا جب کسی نے شہادت کا حال — تو سُن کر ہوا اس کو بے حد ملال

یہ سنتے ہی رونے لگے سب وہاں ‏ ہر اک جان کھوتا تھا پیر و جوان
عجب شور برپا تھا واحسرتا ‏ زمیں کو بھی حرکت تھی مثلِ سما
صدا اس کو رونے کی آئی وہاں ‏ جہاں سو رہا تھا وہ شاہِ جہاں
قریب ہی مکاں میں یزیدِ لعیں ‏ وہ سوتا تھا شب کو وہیں پر قریں
اُٹھا خواب سے چونک کر بے نیا ‏ کہا اپنی ماما سے کیا ہے ہوا
یہ کیسا ہے ماتم یہ روتا ہے کون ‏ یہ جانِ حزیں اپنی کھوتا ہے کون
کہا ماما نے روتے ہیں وہ اسیر ‏ جنہیں قید تو نے کیا ہے شریر
کہا کیوں یہ روتے ہیں خستہ جگر ‏ پڑی کیا مصیبت جو ہیں چشم تر
ذرا جا کے دیکھو اسیروں کا حال ‏ یہ کیوں روتے ہیں اس طرح پُر ملال
مصیبت پڑی کونسی انپہ اب ‏ جو کرتے ہیں ماتم یہ اس درجہ سب
گئی ماما دوڑی اُدھر کو شتاب ‏ جہاں رو رہی تھی وہ خستہ خراب
کہا آکے ماما نے سارا وہ حال ‏ جو دیکھا تھا آنکھوں سے اُسنے ملال
کہا دخترِ ابنِ حیدر ہے یہ ‏ سرورِ دل و جانِ مضطر ہے یہ
جُدائی سے بابا کے بے چین ہے ‏ اسی کا یہ کہرام اور بین ہے
پدر خواب میں اُس نے دیکھا نہیں ‏ اُٹھائی ہے سر پر یونہیں اب زمیں
تڑپتی ہے روتی ہے چلاتی ہے ‏ پدر کو نہ جب وہ کہیں پاتی ہے
سُنا جب یزیدِ لعیں نے یہ حال ‏ ہوا مضطرب جلد سے وہ کمال
کہا اس کے بابا کا لیجاو سر ‏ دکھا دو ابھی جا کے تم بے خطر
جلا دو شمع بھی یہ لطف و عطا ‏ کہ تا دیکھ لے وہ اسے برملا

تسلی ہو کچھ تو دلِ زار کو
لے چلیں آفت کے بیمار کو

طبق میں رکھا سر کو لا کر شتاب
ڈھکا اُس کو رومال سے پھر جناب

ڈری کانپ کر پیچھے وہ ہٹ گئی
کہا کس کا سر تم یہ لائے اخی

خدا کے لیے جلد ڈھانکو اسے
کہ ہو جائے تا کہ تسلی مجھے

مرا ٹکڑے ہوتا ہے دل دیکھ کر
بتا دیں مجھے آپ کس کا ہے سر

کہا غور سے دیکھئے گا ذرا
ترے باپ کا ہے یہ سر دلربا

سنا جب سکینہ نے اس کا سخن
وہ کھوتی تھی جانِ حزیں خستہ تن

اُٹھا سر کو گودی میں اس نے لیا
بہت چوما آنکھوں سے اُسکو لگا

کہا بابا پاؤں میں تم کو کہاں
ہوئے کیوں ہو نظروں سے میری نہاں

غرض دیر تک یوں ہی روتی رہی
جُدائی سے جاں اپنی کھوتی رہی

ازاں بعد شمر نے یوں کہا
وہ سر لا کے دیدو مجھے تم ذرا

ابھی حکم حاکم کا یہ ہے ملا
کہ لے آؤ سر ابن حیدر کا جا

سُنی اُس نے آوازِ شمرِ لعیں
گئی کانپ صدمے سے وہ نازنیں

کہا میں تو سر دوں گی ہرگز نہیں
نکل جائے چاہے مری جاں یہیں

سُنا شمر نے جب یہ اس کا کلام
گیا آپ زنداں میں وہ شادکام

ڈرے سب اسیر اس کا منہ دیکھ کر
چلا کچھ نہ بس اس پہ اُس کا مگر

رکھا لب پہ لب پھر سکینہ نے آہ
پڑی باپ پر اس کی جب دم نگاہ

تو اک چیخ ماری زمیں پر گری
نہ پھر جان کچھ تن میں باقی رہی

حالات شہادت حضرت امام حسین علیہ السلام اور گریہ کرنا اہل جہاں کا

لکھا ہے کتابوں میں اس طور سے — سنیں آپ ان کو ذرا غور سے
کہ بعد شہادت حسنؓ اور حسینؓ — گیا ہر بشر کے تھا سب دل کا چین
تھا ہر شخص کے دل پہ رنج و ملال — کہ ہے ہے نبی زادوں کا ہو یہ حال
سنا جس نے دل سے ہوا بیقرار — ہر اک درد غم سے تھا سینہ فگار
قیامت بپا ہر طرف ہو گئی — کہ باغ نبی کی ضیا کھو گئی
مچی دھوم عالم میں ہے ہے حسینؓ — ہر اک آنکھ کرتی تھی رو رو کے بین
یہ جس دم خبر طائروں کو ملی — کہ تاراج کھیتی نبی کی ہوئی
اڑے ہوش اس غم سے پھر لا کلام — کہ دنیا سے جاتا ہے سب کا امام
اڑے یہ خبر لے کے سب طائرا[1] — گیا یہ مدینہ میں جا کر بیان
نواسہ نبیؐ کا جہاں سے گیا — کرو اس کا ماتم بسوز و بکا
اڑا طائر فکر سنکر یہ حال — ہوا اہل مدین کو صدمہ کمال

قاتلان حسین علیہ السلام کو اللہ جل شانہ کا سزا کافی دینا

سبھی قاتلوں کو ملی یہ سزا — کہ اک سال میں ہو گئے سب فنا
کوئی آگ میں جل کے مردہ ہوا — کوئی بحر عصیاں میں ڈوبا رہا
کسی کا ہوا منہ تھا خنزیر کا — چراغ قضا سے کوئی جل گیا

[1] زہری سے نقل ہے ۱۲

کوئی بینا آنکھوں سے اندھا ہوا
کسی کا رُخِ سُرخ کالا ہوا
کوئی مجنوں ہو کر چلا شہر سے
کوئی کوڑی بن کر مرا قہر سے
کوئی سردی کھا کر مرا روسیاہ
کوئی گرمی سے ہو گیا خود تباہ
کیا جس نے دنیا میں جیسا قصور
خدا نے سزا اس کو دی بالضرور
سنا ہم کو گوہر تو تفصیل وار
مرے کس طرح قاتل نابکار

احوال پر ملال ایک سپاہی کا کہ جس کے منھ سے بوئے ناگوار آتی تھی

حسن بصری ہیں اسکے راوی حضور
سنیں غور سے آپ اس کو ضرور
بشر ایک آتا تھا پڑھنے کتاب
مسائل شرع کے وہ سب لے جناب
مگر منھ سے آتی تھی بو اس قدر
کہ سونگھے سے ہوتا تھا ٹکڑے جگر
کوئی بھی نہ تھا اس کی صحبت سے شاد
ولے روز آتا تھا وہ بامراد
کسی کو یہ جرأت نہ ہوتی وہاں
کہ وہ پوچھ لیتا سبب بے گماں
کہ بو تیرے منھ سے یہ آتی ہے کیوں
بتا تو سبب ہم کو کار زبوں
کیا آخرش میں نے اک دن سوال
ہوا سن کے شرمندہ وہ خوشخصال
کہا کیا کروں عرض میں اپنا حال
مجھے آپ کیوں دیتے ہیں یہ ملال
اگر آپ مجھ کو نہ رسوا کریں
تو ہاں شوق دل سے وہ حالت سنیں
ابھی کہتا ہوں سب وہ بدبو کا حال
کہا میں نے کہیئے گا اے خوش خصال
کیا اس طرح اس نے سارا بیاں
کہ تھا پانچ قبضہ میں میرے وہاں
لڑے تھے جہاں پر حسینؑ حزیں
سنو حال اس جا کا سب بالیقیں

مجھے حاکم نے یہ تھا دیا — کہ پانی کسی کو نہ دینا ذرا
تڑپتے تھے پینے کو پانی جواں — حسینؓ حزیں کے سبھی بے گماں
مگر ایک قطرہ نہ پانی دیا — نہ کچھ رحم سے کام میں نے لیا
ازاں بعد پھر حال کرب و بلا — عجب خواب میں دیکھا یہ ماجرا
کہ محشر بپا ہو گیا چار سو — قیامت کے آثار تھے ہو بہو
مجھے تشنگی نے کیا بے قرار — زباں پر جمے کانٹے تھے صد ہزار
طلب کرتا جس سے میں پانی وہاں — کوئی سنتا میری نہیں تھا فغاں
نبیؐ و علیؓ فاطمہؓ ذی حسب — مگر آبِ کوثر پہ بیٹھے تھے سب
حسینؓ حزیں بھی تھے بیٹھے وہاں — صحابہ بھی حاضر تھے سب بے گماں
طلب میں نے پانی کیا اُن سے جا — نبیؐ نے کہا اس کو دیجے پلا
مگر کچھ نہ ہرگز تلطف کیا — مجھے ایک قطرہ نہ پانی دیا
کہا میں نے حضرت سے پھر یہ پکار — مجھے پانی دیتے نہیں ذوالفقار
کہا کیوں نہیں آپ دیتے اُسے — بتائے تو کوئی یہ آکر مجھے
کہا ہے یہ ماتحت ابن زیاد — نگہبان پانی کا تھا بدنہاد
حسینِ حزیں کو نہ پانی دیا — ستم اُن پہ ظالم یہ ڈھاتا رہا
تڑپتے تھے پانی کو بچے تمام — کیا قطرۂ آب اُن پر حرام
سنا جب یہ حضرت نے اُن کا کلام — ہوئے غم سے مضطر بہت ذوالکرام
کہا آپ کے بدلے اس کو ابھی — پلا دیجے تھوڑا قطرانؔ ہی
غرض تشنگی سے میں بے تاب تھا — نہ کچھ سوجھا قطران تھا یا کہ کیا

نام روغن کا جو سیاہ اور بدبو دار ہوتا ہے یہ تیل چیڑ کے درخت سے نکلتا ہے ۱۲

آتا رہا اس سے حلق سے زود تر ۔۔۔ کہ تسکین پا جائے کچھ تو جگر
اٹھا خواب سے چونک کر بدحواس ۔۔۔ تو بو آتی تھی منہ سے یہ بتقیاس
جو کھاتا ہوں ہو جاتا قطران ہے ۔۔۔ نکلتی مری بو سے اب جان ہے
کہا بصری نے اس سے اے بدخصال ۔۔۔ خدا نے سزا تجکو دی بدسگال
خدا جانے محشر میں کیا حال ہو ۔۔۔ تجھے تیرا اعمال جنجال ہو
غرض یوں ہی وہ مرگیا بدخصال ۔۔۔ مگر بو سے چھوٹا نہ دامان حال

اندھا ہو جانا ایک شخص بدنہاد قاتلان حسین علیہ السلام کا مع خواب

لکھا ہے یہ کنز الغرائب میں حال ۔۔۔ سنیں آپ اس کو ذرا خوش خصال
کہا ابن عبداللہ نے یہ پکار ۔۔۔ لقب جن کا قاضی ہے اے ذوالوقار
مرا اک محب دلی تھا خاص الصمیم ۔۔۔ وہ مجھ پر فدا رہتا جی سے قدیم
ملا بعد از واقعہ کربلا ۔۔۔ تو آنکھوں سے اندھا تھا وہ پُر جفا
تعجب ہوا مجھ کو یہ دیکھ کر ۔۔۔ مگر حال سے اس کے تھا بے خبر
کہا میں نے اس سے یہ اک دن عزیز ۔۔۔ غضب تجھ یہ کیا ٹوٹا اے پُر تمیز
بتا تو کہ اندھا تو کیوں ہو گیا ۔۔۔ کہ پہلے تھیں آنکھیں تری پُر ضیا
کہا اس نے رو کر یہ اے مہرباں ۔۔۔ کروں کیا مصیبت میں اپنی بیاں
ملا اپنی شامت سے اعمال کی ۔۔۔ پنچھاور ہوئی مجھ پہ جنجال کی
ملازم ہوا یعنی ابن زیاد ۔۔۔ گیا کربلا کو تھا میں نامراد

۱؎ یہ روایت سبط ابن جوزی نے کی ہے ۱۲۔

حسینِ حزیں سے میں لڑنے گیا — ظفر یاب ہو کر وہاں سے پھرا
عجب سانحہ گزرا اس شب میاں — نمازِ عشا پڑھ کے سویا یہاں
تو کیا دیکھتا ہوں پڑا خواب میں — نبی پاک بیٹھے ہیں احباب میں
کسی نے کہا مجھ سے بے ہراس — بلاتے ہیں تجھ کو نبی اپنے پاس
گیا میں وہاں دوڑ کر پھر شتاب — جہاں رونق افزا تھے عالیجناب
تھے مسجد میں جلوہ فزا نامور — تجلی سے روشن تھے دیوار و در
صحابہ تھے۔ بیٹھے اِدھر اور اُدھر — انھیں گھیرے مضطر بہ خستہ جگر
کھڑے اور بھی لوگ تھے بدحواس — نمایاں تھا چہروں سے ان کے ہراس
حسینِ حزیں بھی تھے۔ بیٹھے وہاں — رنگے خون میں کپڑے سب بیگماں
وہ کرتے تھے آہستہ باتیں تمام — حبیبِ خدا سے بصد احترام
پھر اتنے میں اک شخص لائے پکڑ — جو رسّوں سے بالکل دبا تھا جکڑ
یہ قاتل تھا بیشک حسینِ حزیں — جو اس طرح لائے تھے صاحب یقیں
ملا حکم فوراً یہ سرکار سے — اسے قتل کیجے گا تلوار سے
ازاں بعد اس کو جلا دو ابھی — مزا اس ستم کا چکھا دو ابھی
اسے آگ میں جا فنا کیجئے — قضا کا مزا کچھ چکھا دیجیے
سنا حکم جس دم یہ عالیجناب — کیا قتل تلوار سے جا شتاب
نکلتا تھا اک شعلہ تلوار سے — دہکتا ہوا خون کی دھار سے
یہ نظارہ جس دم کیا میں نے حال — مرا میں تو بے مارے اے خوش خصال
گرا میں اچھل کر یہ نزد نبیؐ — کیا عرض ان کو سلام اے اخی

انھوں نے مجھے دیکھا تیور بدل
عیاں جس سے ہوتا تھا یہ برمحل

کہ غصّہ میں غایت وہ مجھ سے ضرور
نہ ثابت کیا کچھ بھی میرا قصور

دیا کچھ نہ مجھ کو جوابِ سلام
ازاں بعد مجھ سے کیا یہ کلام

کہ اے دشمنِ دینِ خیر الوریٰ
کیا پاسِ عزت نہ میرا ذرا

جو اولاد سب مار ڈالی مری
غضب ہے نہ اک چھوڑا سبطِ نبی

سنا میں نے جس دم یہ اُن کا کلام
کہا سنئے اے شاہِ خیر الانام

حسین حسن پر نہ میں نے کبھی
اُٹھائی ہے تلوار ہرگز نبیؐ

نہ لشکر پہ اِک تیر چھوڑا کبھی
غضب کوئی اُن پر نہ توڑا کبھی

فقط یہ ہی میرا ہے اب تو قصور
کہ لشکر میں اعدا (دشمن) کے تھا میں ضرور

فقط دیکھا کرتا تماشہ وہاں
یوں ہی دونوں اقوام کا بیگماں

سنا جب یہ حضرت نے میرا سخن
تو فرمایا البتہ اے پُر محن

بلا شک کسی کا نہ تلوار سے
گلا کاٹا تو نے نہ ہتھیار سے

مگر شامیوں میں تو شامل تو تھا
لے آگے تو آ میرے فوراً ذرا

بڑھا میں جو آگے تو دیکھا یہ حال
رکھا خوں بھرا طشت تھا لال لال

کہا آپ نے ہے یہ خونِ جگر
مری آنکھوں کے تارے کا سر بسر

ڈبوئی سلائی پھر اس میں اُٹھا
لگا دی مری آنکھوں میں برملا

وہیں آنکھ دہشت سے میری کھلی
اُٹھا جو پلنگ سے نہ بینائی تھی

کہا پھر یہ قاضی نے اے بیحیا
یہ دنیا میں تجھکو ملی یہ سزا

خدا جانے محشر میں کیا آئے پیش
یہاں تو سزا یہ ملی بے اندیش

احوال عبرت مآل ابن زیاد بدنہاد کے منہ میں سانپ جانا اور نتھنوں سے نکلنا

لکھا ترمذی نے ہے اس طرح حال — حدیث صحیحہ کا اے خوش خصال
کیا قتل مختار نے برملا — چکھایا مزہ اس کو اس ظلم کا
کہ جب ہو گیا قتل ابن زیاد — رہی فوج باقی نہ کچھ بدنہاد
رکھا طشت میں لا سرِ بے حیا — مقابل میں مختار کے برملا
یکایک وہیں سانپ پیدا ہوا — ہر اک دیکھ کر اس کو گھبرا گیا
وہ سر ڈھونڈھے تھا سب میں ابن زیاد — ملی ایک ساعت میں دل کی مراد
گھسا نتھنوں سے منہ سے نکلا شتاب — تغضب سے دل ہو رہا تھا کباب
ازاں بعد نظروں سے غائب ہوا — تامل ذرا کر کے پھر آ گیا
گھسا منہ سے نتھنوں سے نکلا شتاب — رہا دورِ سہ بار (تین مرتبہ ۱۲) یونہیں جناب
پھر آخر کو یاسے وہ غائب ہوا — سزا اے ستم دے کے وہ چل دیا

ایک بوڑھے قاتل حسین علیہ السلام کا آگ سے جلکر خاکستر ہو جانا

امام سدی نے جو کی ہے مقال — یہاں اس کا لکھتا ہوں میں سارا حال
اکٹھے تھے سب ایک جا پر جو ال — بھی تذکرہ ہو رہا تھا وہاں
کوئی ہم نے دیکھا نہ ایسا جو ان — مصیبت نہ پائی ہو جس نے یہاں
فضیحت سے دنیا کے سب مر گئے — وہ خالی مکان کے مکاں کر گئے
وہاں بیٹھا اک بوڑھا تھا بدخصال — سنی اس نے جس دم یہ شیریں مقال

کہا اس نے بالکل غلط ہے یہ بات ۔۔۔ ہیں ہی ایک زندہ ہوں اے خوش صفات
شریک وغا تھا میں شاہؑ پگاہ ۔۔۔ پڑی مجھ پہ غم کی نہ اب تک نگاہ
یہی ذکر کرتا تھا وہ بد دماغ ۔۔۔ کہ گل ہو گیا عمر کا بھی چراغ
جھپٹ کر وہ بتی اٹھانے لگا ۔۔۔ نکل اُس سے شعلہ جلانے لگا
بدن مومی بتی سا جلتا تھا سب ۔۔۔ بُجھانے سے لوگوں کے بجھتا تھا کب
وہ مچھلی کی صورت تڑپتا رہا ۔۔۔ مگر آگ بجھتی نہ تھی اک ذرا
پھر آخر کو دریا کو بھاگا شتاب ۔۔۔ گھُسا پانی میں جا کے خانہ خراب
تو پانی بنا اُس کے حق میں وہ تیل ۔۔۔ دکھایا یہ قدرت نے پھر اپنا کھیل
نہ جلنے کے کرتا تھا لاکھوں جتن ۔۔۔ مگر مثلِ بتی کے جلتا بدن
نکلتے شرارے تھے مُنہ سے شتاب ۔۔۔ ہوا جل گئے آخر کو دل بھی کباب
نہیں کام آیا. لوسہ گر کر شتاب ۔۔۔ ہوا خاک جل کر وہ خانہ خراب
سزا مل گئی اس کو قتلِ حسین رضہ ۔۔۔ جیا بھی تو دم بھر کو پایا نہ چین
یونہیں آخرش سب فنا ہو گئے ۔۔۔ کئے کی سزا اپنی وہ پا گئے
غرض یوں تو ہیں لاکھوں ہی واقعات ۔۔۔ کروں نظم کیوں کر وہ اے خوش صفات
کیا میں نے اس بات پر اکتفا ۔۔۔ کہ قاتل ہوئے سارے دم میں فنا
پھنسا تھا ہر اک غم کے جنجال میں ۔۔۔ رہا کوئی باقی نہ اک سال میں
انھیں کر تو دوزخ کو گو ہر رواں ۔۔۔ شہ بو حنیفہ کا کر کچھ بیاں.

پیدا ہونا حضرت محمد حنیف صاحب کا بطنِ حنیفہ سے اور پرورش پانا آغوشِ مادر میں

یہ ہے عرض راوی شیریں مقال
زمانہ میں رخصت کی اے خوشخصال

پسر اک علیؑ کے تھا پیدا ہوا
ہر اک دیکھ کر اس کو شیدا ہوا

حنیفہ سے پیدا ہوا تھا پسر
محبت سے پڑتی تھی اس پر نظر

اُٹھا کر اسے گود میں پھر علیؓ
گئے پاس لے کر بہ پیش نبیؐ

کہا یہ پسر میرے پیدا ہوا
ہر اک اس کی صورت کا شیدا ہوا

نبیؐ نے دیا رُخ پہ بوسہ شتاب
ہوا فیض سے ان کے وہ فیضیاب

رکھا نام اس کا محمد بہ ذوق
کیا ان کو رخصت وہاں سے بہ شوق

سنا فاطمہ نے جو اس نام کو
فراموش غم سے کیا کام کو

ہوئیں مضطرب درد سے دلفگار
نہیں اُن کو آتا تھا ہرگز قرار

کہا بابچوں کا میرے یہ نام
رکھا کیوں نہیں آپ نے ذوالکرام

حنیفہ کے لڑکے پہ الطاف آہ
نہ ہو غم سے کیوں حال میرا تباہ

سنا جبکہ حضرت نے اس بات کو
گئے نزد دختر مدارات کو

کہا فاطمہؓ کیوں تو دلگیر ہے
کلامِ خدا کی یہ تفسیر ہے

رکھا نام بچے کا اس واسطے
کہ فرزند کا تیرے یہ ساتھ دے

قیامت کا دن ہوگا اک اے بتول
نہ تو اور علی ہوں گے پیشِ رسول

دیا جائے پھر حسنؓ کو بھی ستم
ملے گا حسینؑ کو بھی جامِ غم

ستم ہوگا زیرِ فلک یہ نیا
اُتاریں گے سر اس کا سب اشقیا

یہی لے گا بدلہ بہ قتلِ حسینؓ
محمد رکھا نام یوں نورِ عین

کھلا راز تم پر یہ اب تو تمام
کہا جو نبیؐ نے سُنا یہ کلام

لڑے گا شریروں سے یہ سر بسر — نہیں ہوگا ہرگز بھی اس کو حذر
سنا فاطمہؓ نے جو ایسا کلام — رہے ہوش باقی نہ ان کے تمام
جگر تھام کر اٹھیں روتی شتاب — گئیں بو حنیفہ کے گھر دل کباب
لیا گود میں بچے کو شاد شاد — کہا تم سلامت رہو با مراد
لگا کر گلے سے یہ رو کر کہا — تجھے رنج و غم سے بچائے خدا
حنیفہ کو حیرت ہوئی دیکھ کر — تحیر سے تکتی تھیں منہ سر بسر
کہا ہو کے مضطر کہ اے فاطمہؓ — سبب گریہ کا کچھ بتاؤ ذرا
کہا کیا کروں حالِ دل آشکار — نہیں دل کو ہوتا ہے میرے قرار
یہ بچہ تمہارا جو ہے مہ لقا — معاون بنے گا یہ حسنین رضا کا
رکھے گا یہ ہر وقت اُن پر نظر — مجھے دل سے پیارا ہے یہ خوش سیر
لڑے گا لعینوں سے یہ برملا — نہیں خوف کھائے گا کچھ بھی ذرا

بی بی حنیفہ کا آرزو کرنا کہ میرے بچہ کا نام میرے نام کے ساتھ منسوب ہو تو مناسب ہے

نبی سے حنیفہ نے اک دن کہا — کہ بہتر ہے یہ بات اے مصطفیٰ
رکھیں نام بچے کا میرے حضور — مرے نام کے ساتھ اے ذی شعور
نبی نے کہا یہ مناسب ہے بات — تمہاری ہو جس میں خوشی نیک ذات
وہی کیجئے نام بہر خدا — نہیں مجھ کو شکوہ ہے اس میں ذرا

رکھو نام اس کا محمد حنیف | پدر اور مادر سے ہے یہ شریف

امام حسین علیہ السلام کا اپنی شہادت کا حال لکھ کر ایک شخص امیر نامی کو دینا اور اس کا بعد واقعہ کربلا عین بیٹے کی شادی کے دن وہ عریضہ محمد حنیف کو پہونچانا

بیان کرتا ہے راوی خوش نگار | خبر اور اس جا یہ اے ذی شعار
لکھا تھا یہ شبیر نے سارا حال | شہادت کا اپنی تمام و کمال
ملے گا مجھے جب شہادت کا جام | مرے یار ہو جائیں گے سب تمام
تو اس وقت ہو گی یہ آفت بپا | بہا خون کا دریا تو اک دیکھے گا
جو بھائی ہے میرا محمد حنیف | ابو جد سے اپنے نہایت شریف
سمجھ لے گا سارا وہ ظلم و ستم | لڑے گا وہ دشمن سے جا کر بہم
دیا لکھ کے نامہ یہ اک یار کو | محب دلی تھا جو سرکار کو
ولے تھا جہاندیدہ وہ بھی بڑا | وصیت کو دل میں چھپا کر رکھا
ہوا جب عیاں واقعۂ کربلا | چلا گھر سے لے کر وہ خط دوڑتا
بدشواری پہونچا وہ دربار میں | حنیفہ کی گویا وہ سرکار میں
مچلے تھا ایوان شاہی تمام | بڑا لوگوں کا تھا وہاں ازدحام
چراغاں تھا سب شہر وہ کوبکو | خوشی پھرتی تھی جھومتی سو بسو

نہ پھولوں سماتا تھا کوئی بشر — چمکتی خوشی سے تھی ہر اک نظر
کہا اس نے لوگوں سے اے مہرباں — یہ ہے کس کی شادی کا ساماں یہاں
ہر اک دل سے ہے شاد پیر و جواں — نہیں کھلتا کچھ حال اے مہرباں
سبب کیا خوشی کا ہے اس جا عزیز — یہ کیسی خوشی ہے بتا پُر تمیز
کسی نے دیا اس کو ہنس کر جواب — تعجب کہ ہو بے خبر تم جناب
حنیفہ کے پوتے کی شادی ہے آج — یہ نہیں جل رہے ہیں خوشی کے سراج (چراغ ۱۲)
سنی بات جس دم یہ اس شخص نے — تڑپ کر گرا خاک پر درد سے
رہا دیر تک وہ زمیں پر پڑا — کیا غور دل میں جو اس نے ذرا
عجب رنگ دنیا کا دیکھا حضور — کہیں پہ خوشی ہے کہیں غم ضرور
یہاں شادمانی وہاں درد و غم — یہاں عیش و عشرت وہاں ہے الم
یہاں عیش سے بھائی تھا شاد کام — وہاں سارا کنبہ ہوا تھا تمام
یہاں خط کو لے کر چلا نامہ بر — وہاں بھائی منبر پہ تھا جلوہ گر
کہا بھائی میرے حسنؑ اور حسینؑ — مدینہ کے والی کے ہیں نور عین
انھیں حق رکھے شاد و خرم تمام — بنائے خدا ان کے سب بگڑے کام
یہی ذکر تھا جو وہاں اے اخی — کہ اتنے میں آیا جوانِ سخی
کہا اس نے لوگوں سے اس بات کے — کہ تم جانتے ہو گے سادات کو
ہیں اس وقت کس جا محمد حنیف — میں انکے لئے لایا ہوں خط لطیف
بتایا اشارے سے ان کو وہیں — وہ مصروف تھے وعظ میں بالیقیں
دیا خط یہ اس نے بسوز و گداز — رہا خود کھڑا وہ بہ شکل نیاز

کہا کچھ خبر ہے تجھے پُر تمیز
جہاں سے گیا بھائی تیرا عزیز

حر حسینِ حزیں کو کیا ہے شہید
بنا دشمن جان اُن کا یزید

پڑھا اُس نے خط کو تو مسطور (لکھا ہوا) تھا
سراپا ہی غم اس میں مذکور تھا

مضمون نامہ حضرت امام حسین علیہ السلام بنام محمد حنیف صاحب

لکھا تھا یہ مضمون اس میں تمام
لیا اشقیا نے ستم سے ہے کام

عزیز و اقارب ہوئے قتل سب
یہ ظالم نے ڈھایا ہے ہم پر غضب

نہ عباسؑ و اکبرؓ نہ اصغر بچے
کیے قتل ظالم نے چھوٹے بڑے

نہ بچوں کو پانی دیا تین دن
رکھا بھوکا پیاسا انھیں ننھے سن

تڑپتے ہیں وہ درد سے پُر محن
نہ دیتے ہیں امن و اماں تیغ زن

نہیں اُن سے بدلہ یہ لینا عزیز
گئے ہم تو دنیا سے اے پُر تمیز

پڑھا جب یہ مضمون سینہ فگار
زمیں پر گرے کھا کے غش ایکبار

کیا ٹکڑے پوشاک کو جابجا
نہ تن پر رکھا پیرہن کو ذرا

تڑپتے تھے بے آب ماہی نما
تحیر میں ہر اک تھا چھوٹا بڑا

اُنھیں رنج و غم سے سدا کام تھا
سکوں کا ذرا بھی نہیں کام تھا

رہے دیر تک وہ زمیں پر پڑے
مصاحب تھے سب آگے پیچھے کھڑے

بہت کی تسلی دلاسا دیا
ہر اک شادمانی ساماں کیا

اُٹھے خاک پر سے وہ اہلِ یقیں
رہا درد دل میں حسینِ حزیں

ہوا شہر میں پھر یہ ماتم بپا
تڑپتا ہر ایک چھوٹا بڑا

دیا حکم دربار ہو اک ابھی
شہ اکت کریں آئے فوراً ابھی

مجھے شوری کرنا ہے اک بات کا
برادر کی گویا وہ سب ذات کا

غضب ہوگیا کاٹنا مجھ کو دن
نہیں ہے تامل کا اب میرا سن

ابھی سب خزانے و لشکر تمام
چلیں ساتھ میرے بصد شاد کام

مہم پر ہے جانا مجھے اس گھڑی
قضا دے رہی ہے ٹہوکے گھڑی

کرو خیمے استادہ بیرون شہر
خدا کا بڑا مجھ پہ ٹوٹا ہے قہر

ہوئے خیمہ زن جاکے سب خاص و عام
کیے مشورے یہ وہاں پر تمام

پکائے بہت کھانے اقسام کے
شہیدوں کے گویا وہ سب نام کے

پڑھا فاتحہ پھر شہ تشنہ کام
وہ مسکینوں کو سب کھلایا طعام

لکھا ایک جا پر ہے یہ بھی حضور
کہ تھا جو وزیر شہ ذی شعور

علی اور اکبر کو کرتے ہیں یاد
یہی نام لیتے ہیں اہل مراد

اسی شب کو شادی ہوئی انکی تھی
وہ شب عیش و عشرت میں ساری کٹی

ہوا ساتھ وہ بھی بشوق جری
کہاں جاکے قسمت کہو تو لڑی

خدا نے جو اس کو بنایا وزیر
ہر اک کام میں تھا وہ اپنے مشیر

کہا بو حنیفہ نے اس کو بلا
یہاں فوج کتنی ہے مجھ کو بتا

کہا ہے یہاں فوج جو دہ ہزار
علاوہ ہے پیادے کے اے شہریار

اگر حکم ہو تو روانہ ہوں آج
ابھی چھین لیں جاکے دشمن کا تاج

کہا شوق سے ساتھ میرے چلو
اور اعدا کی قدموں سے آنکھیں ملو

روانہ ہونا محمد حنیف صاحب کا مع لشکر جرار سوئے جنگ

غرض چل دیا لشکرِ جنگ جو / لعینوں کی کرتا ہوا جستجو
مدینہ کو جاتا تھا وہ شوق سے / چلا ساتھ اقبال بھی ذوق سے
نہ تھا بوحنیفہ کو اس پر بھی چین / شب و روز کرتے تھے رو رو کے بین
نہ آئے گا جبتک مرے دل کو چین / نہ لے لوں گا بدلہ میں قتلِ حسینؓ
کیا بے خطا کیوں ہے خونِ حسین / یہ پوچھوں گا جا اُن سے اے نورِ عین
ابھی کاٹ کر پھینک دوں گا تمام / جہاں پر ملیں گے وہ سب خیرہ فام
خوارج ہیں جتنے کہ اے ذی کرم / انہیں نے کیا بھائی پر یہ ستم
کروں گا انہیں قتل جا کر ابھی / نکالوں گا حسرت میں دل کی سبھی

راہ میں قاصد کا مدینہ سے آتے ہوئے ملنا اور بات چیت کا ہونا

ملا ایک قاصد وہیں راہ میں / محبت کی تھا وہ گزرگاہ میں
بلایا اُسے بوحنیفہ نے پاس / کہا کس لئے پھر رہا ہے اوداس
کہاں سے تو آتا ہے اے ذی حشم / مدینہ کا بھی کچھ سنا ہے ستم
کہا کیا کہوں آپ سے شہریار / مدینہ کا حال زبوں ذی وقار
تسلط ہے دشمن کا چاروں طرف / نہ سادات کا ہی وہاں کچھ شرف
چڑھا ہے وہاں لے کے عتبہ جو فوج / بلندی پہ ہے بخت کا اُس کے اوج
وہ لایا ہے نو لاکھ اسّی ہزار / پیادوں کا کچھ بھی نہیں ہے شمار

ستم ڈھا رہا ہے وہ سادات پر
چڑھائی ہے شہر اور قصبات پر

ولایت مدینہ کی سب ضبط کی
نہیں پوچھتا بات اُس سے کوئی

کہ کیوں تو نے یہ ظلم ڈھایا بھلا
نبی کے نواسے پہ اے بے حیا

سُنی بوحنیفہ نے جس دم یہ بات
تحیّر بہن تھے وہ گھڑے خوش صفات

کہا ہائے اس دم نہ میں کیوں ہوا
برادر کا اپنے شریک اے فتا

سُنا جو وزیروں نے اس کا کلام
اُڑا رنگ چہرے کا سب کے تمام

کہی یہ علی اور اکبر نے بات
نہ آگے قدم رکھو اے خوش صفات

سُنا ہے وہاں فوج ہے بے شمار
تظلم پہ باندھی کمر شہریار

اگر آپ جائیں گے اس طور سے
تو نقصان اُٹھائیں گے فی الفور سے

مددگار ہوگا وہاں کون اب
خوارج ہیں یہ دشمن جان سب

سُنا بوحنیفہ نے جب یہ کلام
کہا کیا خبر تجھ کو اے خوشخرام

علی میرے بابا جو تھے اے وزیر
انھیں نے دیا مجھ کو تاج و سریر

تصدق ہے مجھ پر یہ سرکار کا
بنایا جو سردار دربار کا

برادر ہیں چھوٹے مرے تین اور
لے سُن نام اُنکے ذرا کر تو غور

عمر اور علی کہتے ہیں ایک کو
بٹھاتے ہیں آنکھوں پہ اس نیک کو

ہے طالب علی دوسرا اک جواں
زمانہ پہ بھاری ہے وہ بیگماں

عقیل علی تیسرا بھائی ہے
ظفر جس نے رن میں سدا پائی ہے

کہاں تاب ہے یہ کسی کی بھلا
لڑائی میں میدان جیتے جو آ

بنایا عقیل علی شہریار
پدر رتے تھا بغداد کا ذی وقار

لیا گود پھر اُس خاقان نے
دیا پھر عراق اُس کو ذیشان نے

براہیم کو بھی بلخ ہے دیا
و طوغاں نے تبریزی مالک کیا

بنے دونوں تبریز کے شہریار
ہوا اُن کا اُن پر بڑا اقتدار

دیا ملک تبریز مرغان کو
فدا اس پہ دل اور کیا جان کو

رکھا اُن پہ مختار نے بھی ہے ہاتھ
وہ ہر بات میں دیتا تھا اُن کا ساتھ

ہر اک اُن سے خائف تھا پیر و جواں
سلاطین بھی تھرّاتے تھے بیگماں

جدھر جاتے ہیں ہوتے ہیں فتحیاب
قدم چومتی ہے ظفر اے جناب

کیا بو حنیفہ نے یوں تذکرہ
کہ لوں اُن سے امداد میں کچھ ذرا

ابھی تک وہ زندہ ہیں سب برقرار
میان جہاں اے مرے جاں نثار

گئے تو تو دل میں خبر یہ ابھی
طلب کر لوں فوجیں بہادر جری

سنی جب وزیروں نے ایسی خبر
ہوا شاد ہر اک فرد بشر

کہا نامے بھیجو ادھر کو ابھی
کہ آ جائیں فوجیں وہاں سے سبھی

اسی وقت نامے گئے چار سو
سبھی بھائیوں کو بصد آرزو

روانہ ہوئے لے کے خط وہ اُدھر
چلے یہ ادھر سے بخستہ جگر

نامے لکھنا محمد حنیف صاحب کا اپنے بھائیوں کو اور طلب کرنا فوجی امداد اور آنا ان کا مع افواج کے واسطے لڑنے یزید پلید سے

وہاں تینوں بھائی تھے بیٹھے بہم
یہی ذکر کرتے تھے وہ دمبدم

ہمارے ہیں دو بھائی سبطِ نبیؐ
جگر گوشۂ فاطمہؓ اور علیؓ
ہم اُن کے ہی گھر کے ہیں ادنیٰ غلام
اُنھیں کے تو نانا ہیں خیر الانام
نہیں اب ہے معلوم کچھ اُن کا حال
کہ رہتے ہیں وہ کس طرح نونہال
یہی ذکر بس ہو رہا تھا یہاں
کہ اتنے میں قاصد اک آیا وہاں
دیا بوحنیفہ کا خط ہاتھ میں
عمر اور علی نے پڑھا ساتھ میں

خط پڑھنا عمر علی کا اور سننا سب بھائیوں کا خاموشی سے

کہا کیا لکھوں اب برادر میں حال
جو پہونچا ہے اس وقت مجکو ملال
سمجھیں بھائی وہ بھی زمانہ ہی یاد
کہ باہم رہا کرتے تھے شاد شاد
پدر تھے ہمارے علی مرتضےٰ
انہیں کے سبب مرتبہ یہ ملا
کئے تھے برادر جو ہم ایک جا
ہر اک دل سے گویا کہ نزدیک تھا
دکھایا زمانہ نے نقشہ نیا
نہ بھائی کو کچھ دھیان بھائی کا تھا
ہماری تباہی کا یہ ہے سبب
نہ کیوں کر ہو ہر وقت رنج و تعب
یونہیں قتل بھائی کئی ہو گئے
نبیؐ ہم سے منھ پھیر کر سو گئے
ستم یہ کیا ہم پہ اشرار نے
چھپایا ہے منھ جب سے سرکار نے
کیا قتل کنبہ ہمارا تمام
نہ اصغر ہیں باقی نہ اکبر کا نام
انھیں کھا گئے سب زمین و زماں
کروں کیا ستم کا میں انکی بیاں
نہ پانی دیا بچوں کو تین دن
کیا قتل بھوکا ہی ننھے سے سن
برادر ہمارے ہیں ابنِ علی
سراپا ہیں وہ نور حق کے ولی

انہیں کہتا سب ہے زمانہ حسین رض — وہ ہیں گویا قلبِ محمد کے چین
انہیں قتل اعدا نے اب کر دیا — لحد کا دہن بے طلب بھر دیا
نہ پانی دیا اُن کے بچوں کو وائے — ہوئے قتل بے جرم سب ہائے ہائے
نہیں دیتے اعدا ہیں آبِ فرات — قضا کہہ رہی ہے کوئی اُن سے بات
تڑپتا تھا اصغر نہ پانی دیا — ستم دشمنوں نے یہ ہائے کیا
کہ سادات کو ننگے سر لے چلے — جو دیتے تھے راحت وہ خیمے جلے
یہ وقت مدد ہے مدد کیجئے — عوض اس ستم کا ذرا لیجئے
سبھی اپنی فوجیں یہاں لایئے — ذرا زورِ سادات دِکھلایئے
ہوئی بھائیوں کو خبر جس گھڑی — چلے فوجیں لے کر وہ سارے جری
ہر اک کہتا تھا پہونچ جاؤں شتاب — اُڑا دوں گا سر دشمنِ بوتراب
کہاں تاب دشمن کو ہوگی بھلا — کہ آئے گا وہ سامنے برملا
سُنا کیا نہیں جنگ خیبر کا حال — ہوئی تھی ظفر ہم کو بے قیل و قال
اُنھیں کی تو ہم سب ہیں اولاد ہیں — مئے شادمانی سے دل شاد ہیں
نہیں خوف اصلا ہے ہم کو ذرا — عدو بھول جائیں گے اپنی جفا
وہ کیا چیز ہے ہم سمجھتے ہیں کیا — یزید لعیں کو بتاؤ بھلا
پہنچنا ہی واں تک کا دشوار ہے — ظفر پانا ہم کو نہیں بار ہے
یہاں یاد آیا مجھے اک سخن — اُسے بھی ذرا سنئے گا جانِ من
اسی طرح اک خط مسیب کو بھی — لکھا بوحنیفہ نے تھا اس گھڑی
لائے قاصد نے وہ خط شتاب — سراپا جو غم کی بنا تھا کتاب

پڑھا اور روتا رہا دیر تک ‏ — رہی مدتوں یوں ہی دلکو کسک
چلا وہ بھی لے کر کمک کو سوار — بتاتے ہیں گنتی میں پندرہ ہزار
چلے پھر مدینے کو سہر ستیز — خوشی سے وہ کرتے ہوئے سب یزر
غرض چلد پہنے کھل کھلا کے سبھی — سوئے بو حنیفہ و سبطِ نبی
پس اب چھوڑ کو ہر سفر میں انھیں — ذرا چل حنیفہ کی تو فوج میں
قسم کر وہاں کا بھی حال ستیز — کرے ہیبتِ شہ سے دشمن گریز

محمد حنیفہ کا مع اپنے لشکر جرار کے مدینہ پاک میں پہنچنا اور روضۂ اطہر پہ جاکر گریہ وزاری کرنا بعدازاں خواب میں جمال پاک پیغمبر خدا سے مشرف ہونا

چلے کوچ کرتے ہوئے سب سوار — نہ تھا اُن کے دل کو ذرا بھی قرار
اچھلتا تھا خوں جسم میں حیدری — ہر اک تھا بہادر جوانِ جری
زرہ اور بکتر سے آراستہ — ہوئے سب وہ خودوں سے پیراستہ
سیاہ فام تھے اُن کے سارے نشاں — وہ کپڑے بھی پہنے تھے کالے جواں
عیاں رُخ سے عالم کے ہوتا تھا یہ — سبھی عیش و عشرت کو کھوتا تھا یہ
کوئی اس نے پایا ہے گہرا ملال — جو اس طرح اپنا بنایا ہے حال
کوئی اِن کا آنکھوں سے پوشیدہ ہے — جو لشکر ہوا غم سے کاہیدہ ہے
نہ کچھ ہوش تن کا نہ سر کا خیال — دلِ غمزدہ پر چڑھا ہے ملال
وہ لے جا رہے ہیں بصد ذوق و شوق — جتاتا تھا ہر ایک چلنے میں ذوق

بڑی شان و شوکت سے پہنچے وہاں ۔۔۔ مدینہ کے نزدیک سب وہ جواں
گئے ٹھیر اُس جا پہ خیمے لگا ۔۔۔ ہر اک سمت آمد کا ڈنکا بجا
اُتر کر وہ گھوڑوں سے پیادہ چلے ۔۔۔ لڑائی کا کر کے ارادہ چلے
گئے پہلے روضہ پہ وہ نوجواں ۔۔۔ پڑھا فاتحہ ہو کے گریہ کناں
کیا بوحنیفہ نے رو کر کلام ۔۔۔ کہ سوتے ہو تم چین سے ذوالکرام
مصیبت میں ہم مبتلا ہو گئے ۔۔۔ نبی جب سے کہ خاک پر سو گئے
کہاں کچھ خبر ہے نبی پاک کو ۔۔۔ حبیبِ خدا شاہِ لولاک کو
نواسے پہ جو کچھ ستم ہو گیا ۔۔۔ ابھی آنکھوں آنکھوں میں وہ کھو گیا
یزیدِ لعیں نے کیا یہ غضب ۔۔۔ کہ گھر سے بلا کر کئے قتل سب
نہ کنبہ میں چھوڑا ہے سبطِ نبیؐ ۔۔۔ فقط ایک عابدؓ ہے ابنِ علیؓ
کیا تیری اولاد پر یہ ستم ۔۔۔ چلی ساری کنبہ پہ تیغِ دودم
کیا گریہ رو رو کے با صد ہزار ۔۔۔ نہیں آتا دل کو ہمارے قرار
چلی اس گلے پر ہے تیغِ ستم ۔۔۔ جسے چوما کرتے تھے خیر الامم
لٹایا زمیں پر ہے اس لال کو ۔۔۔ نبی جس کے اشتر تھے شوال کو
لٹائی ہیں زلفیں وہ سب خاک میں ۔۔۔ جو شانے سے اُلجھی تھیں ادراک میں
ردائے یمانی جنھیں بھیجی تھی ۔۔۔ رہی بے کفن لاش ان کی پڑی
نہ تھا لاش پر کوئی رونے کو بھی ۔۔۔ تحفظ میں تھی طائروں کے پڑی
نبی جس کو لیتے تھے آغوش میں ۔۔۔ لگے اس کے چرکے ہیں صد دوش میں
مگر آپ لیتے نہیں کچھ خبر ۔۔۔ ہوا جاتا ہے میرا ٹکڑے جگر

غرض ہوگئی شام اس دور میں
رہے منہمک وہ اسی غور میں

اُدھر مہر نے ڈالا رُخ پر نقاب
اِدھر شب نے جوبن نکھارا شتاب

گئے خواب راحت میں سب اہل کار
ہوئے عیش و عشرت سے وہ ہمکنار

ہوئی جبکہ عالم میں ایک سن ساں
نہ پیدا ار پایا کوئی بھی جو ان

اُٹھے بوحنیفہ بھی روتے کمال
نہ جاتا تھا بھائی کا دل سے خیال

انھیں رکھتا مضطر ملال حسینؓ
کبھی ایک دم کو نہ پاتے وہ چین

اسی دُھن میں غافل کہیں ہوگئے
بظاہر تو بالکل تھے وہ سو گئے

وے خواب میں پہونچے نزدِ نبیؐ
کہی بات کہنا جو تھی واجبی

سُنی جب نبیؐ نے یہ حالت تمام
تڑپتے رہے قبر میں ذوالکرام

کہا کیوں ہے دلگیر اے ذی حشم
خدا اور نبیؐ کا ہے تجھ پر کرم

ہوا جو کہ لکھا تھا تقدیر میں
اثر اس لئے ہے نہ تاخیر میں

ہوا وہ ہی جو اُس کو منظور تھا
مقدر میں جو کچھ کہ مسطور تھا

لے اب جا ظفر ہوگی تجھ کو ضرور
رہے گی حکومت بھی تیری حضور

کہا بوحنیفہ نے رو رو کے حال
جو گذری مصیبت تھی بے قیل و قال

کہا اک زمانہ نہ تھا وہ بھی جناب
کہ سایہ فگن سر پہ تھے بوتراب

سبھی بھائی رہتے تھے ہم ساتھ ساتھ
لئے پھرتے تھے اپنے ہاتھوں میں ہاتھ

اب آیا ہے وہ وقت خیر الانام
کہ دشمن ہوا ہے زمانہ تمام

ندا آئی یہ قبر سے زود تر
تجھے دے گا خالق ظفر اے پسر

ظفریاب تجھ کو کرے گا خدا
نہ کر فکر دل میں تو اپنے ذرا

ابھی بھائیوں کا عوض لے شتاب — کرے گا خدا تجکو اب فیضیاب
لے رکھ اپنی خاطر جمع اے عزیز — یہ نصرت بنے گی تری اب کنیز
ابھی جا کے لے بدلہ کفار سے — دکھا دے تماشہ تو تلوار سے
لکھی تیری قسمت میں نصرت تمام — نہیں اس میں کچھ بھی ذرا ہے کلام
سنا بو حنیفہ نے جب یہ سخن — ہوئے غم سے آزردہ وہ پُرمحن
کھلی آنکھ پھر تو نہ وہ غم رہا — نہ اگلا سا آنکھوں میں وہ نم رہا
دلِ غم زدہ وہ شگفتہ ہوا — اُٹھے ہنستے روضے سے دل شاد تھا
اسی وقت عابد سے جا کر ملے — بہت دیر روتے ہی دونوں رہے
کیا خوب ماتم بہ سوز و بکا — تڑپتا تھا صدمہ سے چھوٹا بڑا
ہوا جب ملاقات کا باب وا — تو پوچھا مصیبت کا سب ماجرا
سنی گوشِ دل سے حقیقت تمام — کہی ابنِ حیدر نے سب لا کلام
سنا بو حنیفہ نے جب وہ ملال — تفکر سے چہرہ ہوا اس کا لال
غضبناک ہو کر کہا یوں پکار — سمجھ لوں گا اُن کو میں اے ذوالوقار
کہا قتل کر دوں گا دشمن تمام — نہ چھوڑوں گا دنیا میں اک کا بھی نام
غرض دیر تک یہ ہی چرچا رہا — ہر اک اجنبی مُنہ کو تکتا رہا
پھر آخر کو گوہر ہوا یہ ہی طے — تفقد سے ہمت بھی دیتی تھی سے
نہ اب دشمنوں سے لڑو تم شتاب — یہ کرتے ہیں اسلام سے اجتناب

خبر دینا جاسوسوں کا حاکم مدینہ کو کہ محمد حنیف کا لشکر

برائے جنگ آیا ہے اور آراستہ کرنا اُسکا اپنی فوجونکو

اُڑی یہ خبر شہر میں چار سو — کہ آیا ہے لشکر کوئی جنگجو
لڑے گا یہ عتبہ و مروان سے — سمجھ لے گا فوراً وہ شیطان سے
یہی تھے مدینہ کے سردار دو — یزیدی زمانہ کے بدکار دو
یہ کرتے تھے فرمانروائی وہاں — بشوق دلی عیش سے بے گماں
بنایا تھا حاکم انھیں شہر کا — یزید لعیں نے یہ لطف و عطا
یہ بیٹھے تھے مسجد میں پڑھ کر نماز — خبر دی یہ جاسوس نے دلگداز
کہ آیا ہے لشکر کوئی غیر آج — بہت رکھتا غصہ کا ہے وہ مزاج
سنا جب یہ جاسوس سے سارا حال — بہت ہی ہوا اُن کے دل کو ملال
کہا اپنے لوگوں سے دیکھو تو جا — یہ لشکر ہے کس کا بتاؤ ذرا
گئے لوگ دوڑے وہاں پر شتاب — کہا کس کا لشکر ہے یہ اے جناب
دیا ہنس کے ایک شخص نے یوں جواب — یہ ہے فوج ابن علیؓ کی جناب
پریشاں وہاں سے پھرا وہ جواں — جہاں بیٹھے غمگیں تھے صاحبدلاں
دیا آکے جاسوسوں نے یہ پیام — یہ ہے لشکر بو حنیفہ تمام
یہ لینے کو ہے انتقام حسینؓ — یونہیں اس کے دل کو نہیں آتا چین
اُڑا رنگ چہرہ کا سُنکر یہ بات — ہوئے محو حیرت وہ خانہ خراب
اُٹھے جلد مسجد سے ہو کر اداس — رہا دل کو پہروں ہی اُن کے ہراس
گئے پھر قلعہ میں وہ گھبرائے سے — اُڑا رنگ چہرے کا شرمائے سے

کیا فام فوجوں کو با انتظام   لڑائی کو نکلے وہ سب خاص و عام
خود بھی اسلام کے ہیں مجمع کرنا!!

جنگ کرنا محمد حنیف صاحب کے ساتھ عتبہ ابن ولید کا

گئے شہر سے دور سب وہ جواں   جہاں بو حنیفہ تھے جلوہ کناں
نمودار جب دونوں لشکر ہوئے   لڑائی وہ لڑنے کو خود سر ہوئے
بتاتا ہوں تجھ کو میں ان کا شمار   تھے اعدا ابھی نو لاکھ ہی ہزار
مقابل ہیں اس کے تھے چودہ ہزار   لئے بو حنیفہ کھڑے شہر یار
اڑا رنگ چہرہ کا منہ فق ہوا   کلیجہ بھی دشمن کا سب شق ہوا
کہا بو حنیفہ نے ان سے پکار   کرو قتل اعدا کو تم نامدار
نبی اور علی کے بھی دل شاد ہوں   غم و رنج سے وہ بھی آزاد ہوں
کرو کام ایسا مرے شیر نر   کہ دنیا میں ہو نام اے خوش سیر
کیا پھر تو فوجوں نے ایسا ہی کام   کہ میداں بنا خون سے لالہ فام
گرے کٹ کے دم بھر میں لاکھوں جواں   ہوا خون ناحق وہ سارا عیاں
ہر اک تھا دلاور ہر اک تھا جری   نہ آپس میں تھکتا تھا ایک بھی کبھی
رہا گرم پیکار ہر اک جواں   قضا ڈھونڈا کرتی تھی بغلیں وہاں
اسے کاٹا خوں میں نہایا اسے   اسے روکا دم بھر بھگایا اسے
کہا یہ نقیبوں نے للکار کر   جسے جان دو بھر ہو آئے ادھر
کرے ہر دمی کو وہ ظاہر ذرا   قضا پر جو ہو جائے جاں سے فدا
سنا بو حنیفہ نے جب یہ کلام   چڑھے اپنے گھوڑے پہ وہ شادکام

روانہ ہوئے سوئے میدان کار
کہا کون ہے آئے لڑنے یہاں
علی کا مجھے کہتے بیٹا ہیں سب
کمر بستہ ہوں ہر طرح میں جناب
جو رکھتا ہو مرنے کی کچھ آرزو
ولیدِ جری سے کہا یہ پکار
ذرا گرم پیکار ہو نا ولید
انہیں بھی تو معلوم ہو بے گماں
ابھی کاٹ کر ان کو تم پھینک دو
ہنسا سُن کے پھر وہ ولیدِ پلید
مجھے تو نظر کوئی آتا نہیں
سنا جب یہ عادی نے جھلّا گیا
نکلتے نہیں کیوں ہو بہرِ ستیز
چلو بڑھ کے دشمن کو کاٹیں شتاب
غرض آیا ہنستا وہ میدان میں
ہزاروں تھی تلوار کی اسپہ چھاؤں
کیا آخرش اُن پہ حملہ شتاب
ولے بوحنیفہ ہوئے پُر غضب
کئے پھر تو دو ٹکڑے اک وار میں

دیا کاوا گھوڑے کو اپنے پکار
دکھائے وہ جو ہے مجھے پہلواں
عوض لینے آیا ہوں بھائی کا اب
ابھی رُخ پہ تلوار دوں گا شتاب
وہ میداں میں آئے مرے روبرو
اُٹھو جاؤ میداں میں تم ذیوقار
دکھا دو محرم میں تم ان کو عید
کہ کھایا ہے ہمنے یہ چپر کا کہاں
اور آرام کمرے میں عشرت سے سو
کہا کس کو طاقت ہے اے بوسعید
لڑے بوحنیفہ سے وہ جو کہیں
اور اک مار کر نعرہ پھر یوں کہا
کرو اب نہ میدان سے تم گریز
لگا لیں اُسے بہرِ غم سے جناب
ہلاتا ہوا نیزہ طوفان میں
مگر بوحنیفہ پہ کرتا تھا داؤں
دیا وار خالی فوراً وہ جناب
کہا لے سنبھل تو ذرا بے ادب
اُٹھا کر اسے پھینکا خونبار میں

کہا لو یہ لاشہ اٹھا لو عزیز — یہ آیا تھا مرنے کو یاں بدتمیز
اور ایک گرز مارا زمیں پر اٹھا — کہ ظاہر تھا غصہ اُن پر ذرا
گئے نیزہ لے کر وہ پھر فوج میں — رہے ٹہلتے چار سو موج میں
نہ آیا مقابل میں کوئی جواں — تو خاطر شکستہ ہوئے بے گماں
دیا اپنے لشکر کو فوراً پیام — مٹا دو خوارج کا دنیا سے نام
علی اور اکبر نے جب یہ سنا — سبھی فوج لے کر وہ آگے بڑھا
پریشان اعدا ہوئے دیکھ کر — ہتھیلی پہ سر رکھے تھا ہر بشر
اُڑی گرد وہ آسماں اک بنا — اندھیرا سارے عالم میں اک چھا گیا
گئے قتل سفاک صدہا وہاں — بہے خوں کے گویا تھے دریا وہاں
لُڑھکتے تھے سر ٹھوکروں سے پڑے — تحیر میں اعدا تھے سارے کھڑے
لکھا ایک نکتہ ہے اس جا پہ اور — سنو اس کو دل سے ذرا تم بغور
کہ اعجش تھا اسلام میں ایک جری — اُسی نے تھی عادی کی واں جاں لی
یہاں نے خموشی سے گوہر تو کام — لکھا تو نے راوی کا ہے یہ کلام

نامہ لکھنا عتبہ کا یزید پلید کو کہ چالیس ہزار فوج ہماری میدان جنگ میں قتل ہو گئی اُس کا سنکر گھبرانا اور اہلبیت کیساتھ ظلم سے پیش آنا

لکھا نامہ عتبہ نے پھر اک شتاب — یزید لعیں سے کیا یوں خطاب
کہ آیا ہے چڑھ کر محمد حنیف — علی کا ہے بیٹا یہ بیشک شریف

لئے ساتھ لشکر ہے چودہ ہزار
لڑائی میں پہلے ہی دن کی حضور
گئے رقتل اس درجہ اس نے جواں
فقط فوج تھی اس کی چودہ ہزار
گیا شام کو ہم نے جب دم شمار
گئے جان سے مارے سب وہ جواں
دیا لکھ کے قاصد کو نامہ شتاب
چلا لے کے قاصد وہ خطِ پلید
کہا یہ وزیروں سے اپنے بلا
ابھی اس کو اور اُس کا کنبہ تمام
کنواں ایک گہرا سا کھدوایئے
یہی مشورہ تھا کہ پہونچا وہ خط
اُڑے ہوش پھر تو یزید لعیں
کہا کیسی آفت یہ ہمرائی ہے
اُٹھا غصہ میں کانپتا وہ شریر
بتا کوئی اس وقت ایسی صلاح
ہوا دست بستہ یہ گویا وزیر
عجب کیا ہے ان کی ضرورت پڑے
طلب گار ہو قیدیوں کا وہ جب

کہا اُس نے میدان کو لالہ زار
چڑھ آیا تھا سر پر ہمارے وہ سور
کہ جاتا نہیں تھا وہاں تک گماں
ہمارے جواں تھے وہاں بیشمار
تو چالیس ہیں کم ہوئے اتنے ہزار
نہ باقی بچا ایک بھی پہلوان
کہا جلد پہونچا دے ہر صواب
ادھر فکر میں مبتلا تھا یزید
رکھا قید ہیں کیوں ہے عابد بھلا
کرو قید تم چاہ ہیں لا کلام
انھیں ڈال کر اُن ہیں پٹوایئے
سراپا بنا غم کی صورت لمط
گیا کانپ صدمہ سے وہ دلخزیں
مصیبت خبر سر پر نئی لائی ہے
کہا قیدیوں کا کروں کیا وزیر
کہ ہو جس ہیں میری و تیری فلاح
رکھیں آپ ان کو یونہیں اب اسیر
کوئی اور آکر کے دشمن لڑے
تو لائیں کہاں سے بتاؤ یہ سب

یزیدِ لعیں نے سنی جب یہ بات — کہا ہے مناسب یہ اے خوش صفات
انھیں قیدِ خانہ میں کردے اسیر — رہیں رنج و غم میں یہ برنا و پیر
مجھے یہ بھی ہے امر اب پوچھنا — کہ بھائی ہیں کے بوحنیفہ بھلا
کہا تین بھائی ہیں اُس کے حضور — نہیں اُن سا دنیا میں ہے کوئی سور
ہے عمر علی اور طالب علی — ہیں باغِ شرافت کی گویا کلی
عقیلِ علی تیسرا بھائی ہے — ظفر نے اُسی کی قسم کھائی ہے
جہاں پر رکھا ہاتھ اس نے ذرا — ظفر یاب وہ ملک فوراً ہوا
بنایا ہے بغداد کا اسکو شاہ — گذرتے ہیں عشرت میں شام و پگاہ
مسیّب نے بیٹا اسے ہے کیا — عنانِ حکومت کا فرماں دیا
ہے اک حکمراں ان میں عراق کا — براہیم نے اس کو بیٹا کیا
دیا ملک سارا اُسے شوق سے — رہا کرتا ہے پاس وہ ذوق سے
ہوا اک پہ طوغاں جی سے فدا — کیا بادشاہ اس کو تبریز کا
دیئے اس کو لشکر بھی پیادہ سوار — جو گنتی میں رکھتے نہ تھے کچھ شمار
اگر تیرے جی کی ہے خواہش فتا — تو کرلے تو گنتی بھی ان کی ذرا
بتاتے ہیں اک لاکھ اور دس ہزار — یہی اس کی گنتی ہے اے ذی شعار
سنی جب یزید لعین نے یہ بات — کٹا غم کی شمشیر سے بزصفات
کہا اس نے مروان سے اس گھڑی — نہیں مجھ کو دہشت کسی سے ذری
ولے ابنِ حیدر سے ڈرتا ہوں میں — دلاور نہیں ان سے دنیا میں ہیں
کرو کوئی تدبیر ایسی ابھی — کہ ٹل جائے سر سے مصیبت سبھی

وہاں سے اُٹھا ہنستا ابنِ زیاد — شتابی سے نیزہ وہ لے بد نہاد
کہا مجھ کو خدمت میں یہ کیجئے قبول — وگرنہ مری ہوگی خاطر ملول
براہیم کو ماروں جا کر شتاب — تو پھر کھاؤں کھانا میں عالیجناب
نکالوں بخار اپنے جی کا بفور — دکھا دوں یزیدی اپنی جا کے طور
عمر سعد نے بھی یہ اُٹھ کر کہا — مجھے بھی اجازت ہے لڑنے کی کیا
مسیب کو میں جا کے ماروں شتاب — عبیدہ کی گردن بھی کاٹوں جناب
اُٹھا شمر جوشن بھی ہنستا ہوا — کہا جا کے کرتا ہوں میں فیصلا
مرا زور حیدر سے بھی کم نہیں — مجھے فوج دشمن کا کچھ غم نہیں
شجاعت جو کل تھی علی کو حضور — وہی روز مجکو ہے اے ذی شعور
میں وہ ہی دلاور ہوں شبیر جری — کہ سر جس نے کاٹا تھا ابن علی
ابھی باندہ لاؤں گا سب کو حضور — فقط دیر جانے کی ہے واں ضرور

یزید کا شمر اور عمر بن سعد و ابنِ زیاد کو محمد حنیف صاحب کے بھائیوں کی سرکوبی کو تین ہزار سوار دیکر روانہ کرنا اور ولید بن عتبہ کی شکست سنکر تین لاکھ سوار مدینہ کو بھیجنا

یزید لعین سُن کے یہ خوش ہوا — کہا فوجیں لے کر ادھر جلد جا
اسی وقت دے کر کے سی صد سوار — روانہ کئے سوئے میدان کار

عسہ کہیں عقبہ بن ولید لکھا ہے کہیں ولید بن عتبہ تحریر ہے کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ کسکو صحیح کہا جائے اسکا فیصلہ ناظرین خود کر سکتے ہیں ۱۲ فقط

چلے تینوں خوش خوش بشوقِ وغا — تکبر سے ہر ایک تھا بڑھ رہا
غرض اسطرح ہوگئے وہ رواں — چلے جس طرح شہر سے کارواں
وہ کرتے تھے منزل بہ منزل مقام — یہی کام تھا اُن کو ہر صبح و شام
انھیں حکم پھر یہ ملا شہریار — کہ جائیں یہاں سے بھی سہ لکھ سوار
کریں جا کے عتبہ کی امداد وہ — رہیں فکر دنیا سے آزاد وہ
ولید جبری سے بھی ملنا ذرا — اُسے جو کسائی پہ رکھنا ذرا
مرے دل کی خواہش ہے یہ ہی جناب — کہ سر بوحنیفہ کا کاٹو شتاب
پھر اس کو یہاں بھیجئے زود تر — کہ عبرت ہو عالم کو یہ دیکھ کر
اطاعت نہ کی جس نے سلطان کی — کہاں خیر اُس کی بھلا جان کی
مناسب ہے کرنا اطاعت ضرور — شہِ وقت کی اے مرے ذیشعور
چلا یہ بھی لشکر بڑی شان سے — لئے نیزے ہاتھوں میں آکے آن سے
غرض اک جگہ سب ہوئے وہ بہم — جو لڑنے کو آئے تھے اہلِ ستم
تقابل ہوا دونوں کا راہ میں — گرا قتل ہو کر ہر اک چاہ میں
لیا گود میں پھر قضا نے اُٹھا — اُڑھا اُن کو دامن دیا خاک کا
چلی خوب تلوار دونوں طرف — گلا چوم کر دے رہی تھی شرف
ہوئے قتل لاکھوں جوان جبری — قضا دے رہی تھی ٹھوکے کھڑی
بنا دشت بیکار سب لالہ فام — بہیں ندیاں خون کی لاکلام
گرے کٹ کے لاکھوں سرِ اشقیا — ہزاروں خوارج ہوئے تھے فنا
جب آئے پلٹ کر وہاں سے خفیف — تو چہرے کی رنگت تھی کچھ کچھ خفیف

علی اور اکبر سے پھر یوں کہا — شمار اپنے لشکر کا کیجے ذرا
گنا تو ہوئے قتل تھے چھ ہزار — جوانِ جری اور دلاور سوار
خوشی سے شہادت کا پیئے وہ جام — گئے شوق میں بھول سب اپنے کام
فقط رہ گئی پاس ہشتم ہزار — لڑائی سب فوج اے ذیوقار
بہت ان میں رنجور و مجروح تھے — جو چلنے سے معذور اس دم ہوئے
اُدھر شام نے اپنا جلوہ دکھا — لیا مہر کو گود میں پھر سلا
گئے دونوں لشکر بھی آرام کو — فضا اُڑ گئی دن کی سب شام کو
چمکتے تھے تارے فلک پر تمام — فنا کا وہ دیتے تھے سب کو پیام
اشارہ تھا اُن کا یہ اے خوش شیم — کہ جسطرح دنیا سے مٹتے ہیں ہم
اسیطرح تم بھی گذر جاؤ گے — یہ قصرِ جہاں خالی کر جاؤ گے
اسی شش و پنج میں سحر ہو گئی — جوانی کی شب وہ یونہیں کھو گئی
اُٹھے بوحنیفہ ادا کی نماز — سحر کی یہ خاطر بعجز و نیاز
اُدھر اپنے خیمہ سے آیا وزیر — یہ خاطر غمگیں الم کا اسیر
کہا ہائے کیسا غضب ہو گیا — کہ لشکر وغا میں سبھی کھو گیا
جو باقی ہیں زخمی پڑے ہیں تمام — اسی دن کو روتا تھا میں صبح و شام
سنا ہے یزید لعیں نے یہاں — کمک اور بھیجی ہے صاحبدلاں
غرض یونہی رہتی تھی جنگ و جدل — ہر اک تھا جواں سورما بے بدل
بس اب ٹھہر گوہر ذرا تو یہاں — اور کر ابن حیدر کی حالت بیاں
عمر ابنِ حیدر اور طالب علی — وہ کس حال میں ہیں بتا تو ذری

سفر میں انھیں چھوڑ آیا تھا تو ۔۔۔ نہیں اُن کی اب تک ہوئی جستجو
کہاں سے کہاں تو نے پہونچا دیا ۔۔۔ کہیں یا مصیبت میں پھنسوا دیا
مجھے فکر سنکر ہوئی یہ بڑی ۔۔۔ کہ قسمت نے شاید انھیں دی تڑی
وگرنہ بہم تینوں بھائی چلے ۔۔۔ کہاں جا کے وہ سب کے سب سو رہے

شمر لعین کی فوج کا محمد حنیف صاحب کے بھائیوں سے راستہ میں مقابلہ ہونا جو مدینہ منورہ کو برائے کمک جا رہے ہیں

ادھر سے چلا شمر بدبخت دیں ۔۔۔ لڑائی کا ساماں کر بالیقین
یزید لعیں نے کیا تھا رواں ۔۔۔ لڑائی کو بھیجا تھا یاں بیگماں
یہ چالاکی کی اُس نے فوراً اخی ۔۔۔ کہ جاسوس بٹھلائے رہیں کئی
کہا ہم کو دینا خبر ہر طرح ۔۔۔ کہ جس سے ہماری عیاں ہو فلاح
اسی گفتگو میں تھے سب وہ جواں ۔۔۔ کہ اسلامی لشکر ہوا پھر عیاں
اڑی گرد چرخ بریں پر گئی ۔۔۔ نیا آسماں اک وہاں پر بنی
اندھیرا سا عالم میں اک چھا گیا ۔۔۔ نمونہ قیامت کا دکھلا گیا
یہ رنگت نئی دیکھ شمر لعیں ۔۔۔ ہراساں ہوا وہ بہت ہی حزیں
کہا کیا قیامت ہوئی یہ بپا ۔۔۔ کہ تاریک سارا جہاں ہو گیا
ذرا آگے بڑھ کر تو لاؤ خبر ۔۔۔ یہ آئے ہیں لڑنے کو کیا بدگہر
گئے دوڑے جاسوس دو اک ادھر ۔۔۔ اُنھوں نے یہ آکر سنائی خبر

کہا بھائی آئے ہیں لڑنے کو سب
ہیں مردان علی کے یہ بیٹے تمام
یہ لڑنے کو آئے ہیں پیادہ سوار
سنا جب یہ شمرِ لعین نے کلام
دیا حکم اُس نے یہ فوراً وہیں
ابھی کاٹ کر پھینکدوں گا تمام
مجھے کیا نہیں جانتے ہیں یہ لوگ
اسیطرح کھاتا رہا پیچ و تاب
سنی عمر نے جب کہ آواز طبل
کہا کس کا بجتا ہے طبلِ ستیز
دیا بڑھ کے جاسوس نے یہ جواب
وہ آیا ہے لڑنے کو خانہ خراب
اُسی کا یہ لشکر ہے سب ذیوقار
یزیدِ لعین نے اُسے بھیجا ہے
یہ قاتل ہے ابنِ علی کا حضور
یہ بیڑا اُٹھا کر یہاں آیا ہے
کہا اس نے یہ زور ہیں وہ مجھے
ابھی باندھ لاتا ہوں تینوں جواں
یہ کیا چیز ہیں ان کی ہستی ہے کیا

کیا جو تغیر نے اُن کو طلب
لڑائی کا رکھتے ہیں سب انتظام
شماران کا کرتے ہیں چودہ ہزار
ہوا غصہ سے چہرہ سب لالہ فام
کہ تیاری لڑنے کی کر دو یہیں
لڑائی کا دیتے ہیں کہہ یہ پیام
قضا ان کا دم میں کرے گی بروگ
کہ غیرت سے سینہ میں دل تھا کباب
تو جنگ آزمائی کو آیا نکل
کیا کیوں ہے چلتے سے اسنے گریز
یہ شمرِ لعین کی ہیں فوجیں جناب
پھنساز عمِ باطل ہیں وہ بیحساب
بنا شیرِ غراں ہے وہ کارزار
گرفتار کرنے تمہیں آیا ہے
اسی نے کیا سر کو تن سے جدا
یزید لعیں کا فرستادہ ہے
جو کل صبح حیدر ہیں تھے سب چھپے
یہ مور و ملخ سے بھی ہیں ناتواں
نہ ہاں گر ہلائیں تو ردوں فنا

سنی ابنِ حیدر نے جس دم یہ بات ... جلا آتشِ غم سے شعلہ صفات
رہا دیر تک سکتے میں وہ کھڑا ... پھر آخر کو یہ حکم اُس نے دیا
بجاؤ ابھی طبلِ جنگی اخی ... لڑائی کو نکلیں جو اِن جبری
اِدھر شمر نے بھی کہا یہ پکار ... کہ میداں میں آئیں بہادر سوار
میں اول سے جاتا ہوں میداں میں ... اگر زد پہ پاتا ہوں میداں میں
تو تم کو اشارے سے بلواؤں گا ... میں اُن تینوں کو باندھ کر لاؤں گا
غرض دونوں لشکر مقابل ہوئے ... بڑی دیر تک خوب لڑتے رہے
کیا شمر نے پھر یہ نعرہ بلند ... نہیں مجھکو دے سکتا کوئی گزند
کہا پھر ابن علیؑ سے پکار ... تو کھیلا ہے کیوں جان پہ نابکار
خبر ہے تجھے کچھ علی کے پسر ... نہ جانبر ہوا مجھ سے ہر نامور
اسے قتل میں نے کیا برملا ... یہ میں نے ہی اک کام اعلیٰ کیا
اِسی پر ظفر کا تھا دارومدار ... لیا میں نے سر اُس کا فوراً اُتار
دبا ایک دم میں ملا خاک میں ... اب آیا ہوں تم تینوں کی تاک میں
کہ لیجاؤں تم کو بہ پیشِ یزید ... مجھے ہو محرم میں گویا کہ عید
سنا جب یہ طالب علی نے کلام ... اُٹھا تیغ لے کر چلا شاد کام
کیا اُس نے لاکھوں کا خوں بیدرنگ ... مچی کھلبلی سارے دشمن تھے دنگ
گیا وار شمرِ لعین پر جھپٹ ... گیا وہ نکل اپنا گھوڑا اڈپٹ
لیا اُس نے چالاکیوں سے یہ کام ... گرا اپنے گھوڑے سے ہو بدلگام
بچا اس طرح اپنی جاں لے گیا ... کہ طالب کو صدمے کا دم دے گیا

ہوا ان کے طالب نے پوچھا کیا — مگر اس نے رخ بھی نہ ہرگز کیا
کیا پھر تو اس درجہ خونِ لعین — کہ رنگیں قبا ہو گئی سب زمین
عقیلِ علی اور عمر جواں — گئے دونوں میداں میں شیر ژیاں
اسے کاٹا اس کو فنا کر دیا — سبھی دشت لاشوں سے وہ بھر دیا
یہاں پشتے کشتوں کے ہر سو لگے — نظر آتے زخمی تھے لاکھوں پڑے
نہا کر کوئی خون میں بھاگا جواں — کوئی ہاتھ کٹ کر گرا بے گماں
سسکتا تھا کوئی زمیں پر پڑا — کوئی چپ پریشان خاطر کھڑا
کوئی کہتا دل میں الٰہی غضب — تراہم یہ ٹوٹا ہے کیسا یہ اب
ہوا اشتمر کو جب یہ کامل یقیں — کہ لشکر ہوا ختم سارا یہیں
تو اس نے وہیں حکم پھر یہ دیا — کہ دشمن نے اب داب ہم کو لیا
مناسب نہیں ہے ٹھہرنا یہاں — شکست وغا کے ہیں ساماں عیاں (لڑائی کے ہارنے کے آثار ۱۲)
وہیں اس نے جھنڈا ہلایا سفید — کہ چل جائے دشمن پہ کچھ میرا کید
گئے دونوں لشکر یہ سنکر وہاں — آرامگہیں راحت بنے تھے جہاں (آرام کے مکانات ۱۲)

اشتمر کا مجبور ہو کر عمر کے دوست احباب کو طمع زر دیکر گرفتار کرا دینے کی خواہش ظاہر کرنا اور ان ناعاقبت اندیش خیرہ بختوں کا لالچ میں آکر گرفتار کر دینا

ہوا اشتمر مجبور اس بات سے — کہ دشمن بچا اس کی تھا گھات سے
پریشان وہ رہتا تھا آٹھوں پہر — اسی فکر میں تھا وہ شام و سحر

کسی طور سے ہوں گرفتار یہ
نظارہ کریں تاکہ سرکار یہ

بلا افسروں کو یہ اُس نے کہا
ظفر پانا ان پر ہے مشکل ذرا

یہ ہیں ابن جعفر جو ہیں ان جری
شکست دینا ان کو ہے مشکل ذری

کہا میں نے ایسا ہے کچھ انتظام
کہ احباب ان کے جو ہیں ذوالکرام

انہیں کے توسل سے بنجائے کام
چھٹیں قیدِ غم سے سبھی خاص و عام

جو ہیں دوست طالب علی کے یہاں
لکھا ان کو قصہ وہ سب بے گماں

کہا لے کے دربار میں جاؤں گا
جو چاہو گے شہ سے وہ دلواؤنگا

دلاؤں گا تم کو ہیں جاہ و حشم
یزیدِ غنی سے خدا کی قسم

بڑا مرتبہ ہوگا سرکار میں
تفاخر سے بیٹھوگے دربار میں

ہر اک تمکو آنکھوں پہ بٹھلائے گا
نئے دور قسمت سے دکھلائے گا

نوشتہ یہ جب پہنچا یاروں کے پاس
طمع نے دلائی اُٹھن بڑھ کے آس

اُسیوقت تیار سب ہو گئے
حواسوں سے گویا کہ وہ کھو گئے

کہا ان کو دھوکے سے چل کر ابھی
یہاں باندہ لاتے ہیں تینوں اخی

غرض جب ہوئی رات عالم فزا
تو دشمن نے پیچھے سے آکر کہا

لو اب قید میں شمر کی تم چلو
مصیبت جو آئی وہیں پر سہو

ہوئے سن کے حیران و ششدر سبھی
مگر اُف بھی لب پر نہ آئی کبھی

یہ کھانے میں مصروف تھے اس گھڑی
وگرنہ یہاں ہوتی مشکل بڑی

جکڑ کر انھیں خوب سا بے خطر
گئے شمر کے پاس لے کر اُدھر

ہوا شمر بھی دیکھ کر باغ باغ
جلا اس کی قسمت کا گویا چراغ

مگر تینوں بھائی تھے اندوہناک / وہ اس ظلم سے سر پہ ڈالے تھے خاک
بس اب ٹھہر گوہر ذرا صبر کر / انھیں قید خانہ میں رکھ جلوہ گر
ذرا چل مسیب کی لے تو خبر / وہ آیا ہے لڑنے کو ان سے ادھر

مسیب کا معہ لشکر جرار کے آنا اور شمر لعین سے جنگ کر کے عمر علی کے بھائیوں کو چھڑانا

گیا جو مدینہ کو قاصد رواں / گیا وہ تصور کی صورت وہاں
ملا اُن کو رستہ میں لشکر اک اور / کہا اُس نے لوگو کرو فکر و غور
یہ ہے کس کا لشکر بتاؤ ذرا / یہاں لڑنے آیا ہے کس سے بھلا
یہ سنکر بڑھا اک جوانِ جری / کہا شمر کا ہے یہ لشکر سبھی
یہ لڑنے کو ابنِ علی سے چلا / تصادم ہوا دونوں کا برملا
لڑے خوب دونوں وہ میدان میں / ہزاروں گئے جاں سے اِک آن میں
سنا جب مسیب نے حالِ خراب / بڑھا اور دل کا وہاں اضطراب
اسی فکر میں بیٹھا تھا دل کباب / کہ قاصد نے آکر کہا یہ شتاب
عمر ابنِ حیدر کے بھائی تمام / کئے شمر نے قید سب لاکلام
سنا اس نے جب اس طرح کا سخن / سبھی بھول بیٹھا وہ رنج و محن
کہا ہائے کیسا ستم یہ ہوا / کہ بھائی سے بھائی جدا ہو گیا
چلے ہم تو گھر سے تھے اس دھیان میں / مدد دین کے بھائی کو میدان میں
مگر پہونچے اب تک نہ ہرگز وہاں / جہاں یو حنیفہ ہیں جلوہ کناں
مرے دل کی اب ہے تمنا یہی / کہ کردوں فنا ساری فوج شقی

کروں ایسا لشکر کو آراستہ — جسے دیکھ دشمن ہو برداشتہ
غرض اپنا ساماں مہیا کیا — لڑائی کا پیغام سب کو دیا
یہاں شمر بھی خوب دل شاد تھا — زمانہ کی فکروں سے آزاد تھا
چلایاں سے خوش اور خورم وہ آپ — مسرت کے طبلوں پہ پڑتی تھی تھاپ
تمام اس کی فوجیں چلیں شاد شاد — روانہ ہوئیں یاں سے وہ بامراد
مگر کیا خبر تھی کہ قسمت کا پھیر — پھنسائے گا مکڑی کے جالے میں شیر
بجاتے خوشی کے وہ نقارے تھے — رواں اسی صورت سے وہ سارے تھے
کیا ایک منزل پہ جا کر قیام — بغلگیر وہ تھے خوشی سے تمام
ہوئے کھانے پینے میں مشغول جب — پھر اتنے میں میداں ہوا گرم سب
مسیب چلا لے کے لشکر تمام — عدو کا ہوا رنگِ رخ لالہ فام
کئے قتل اس نے ہزاروں جواں — بہا خوں لاکھوں کا زیر نشاں
پریشاں ہوا شمر بھی دیکھ کر — شکستِ وغائن کے اے ذی ہنر
قضا نے جھپٹ کر تعقب کیا — گیا بھاگ میدان سے وہ بے حیا
کہا تو کہاں جاتا ہے بے تمیز — بچاتا ہے کیوں اپنی جان عزیز
مسیب نے بڑھ کر رسن ڈال دی — جو تھی زندگی باقی سب ٹال دی
اُٹھا کر زمیں سے پٹک پھر دیا — وہ لایق تھا جس کام کے وہ کیا
چڑھا اُس کی چھاتی پہ ہنستا ہوا — اور مضبوط رسی سے اس کو کسا
جو لشکر نے دیکھا یہ حالِ زبوں — کہ ہے موجزن ایک دریائے خوں
گیا کانپ سارا وہ لشکر لعیں — ہر اک غازی نے خوب لوٹا وہیں

چھڑائے وہ قیدی بھی جا کر شتاب　　جو مدت سے تھے مبتلائے عذاب
عمر بن علیؑ کے گلے سے ملے　　مصیبت کے سارے وہ قصے سنے
شکایت زمانہ کی کرتے تھے وہ　　احبا پہ الزام دھرتے تھے وہ
چلے پھر مدینے کو سارے جواں　　بعیش و خوشی اور خرم وہاں

عمر بن سعد کے لشکر کا راہ میں ملنا اور مسیب بن قعقاع و مختار سے جنگ کا ہونا اور عمر سعد کا قتل ہو کر فی النار والسقر ہونا

چلا واں سے لشکر جو اسلام کا　　نتیجہ نہ کچھ سوچا انجام کا
چلا جا رہا تھا خوشی سے وہ شاد　　اسے کامیابی نے دی تھی مراد
مگر رہ میں آیا یہ اس کو نظر　　کہ آتا ہے لشکر کوئی زود تر
اسی وقت قاصد کو بھیجا وہاں　　کہ لائے خبر اس کی وہ بے گماں
گیا اور دم بھر میں لایا خبر　　کہ فوج عمر سعد آئی ادھر
ادھر سے بھی مخبر چلے شاد کام　　ادھر کی خبر دی انھوں نے تمام
وہاں بھی وہ تیار تھے بہر جنگ　　اڑا خوف دشمن سے چہرے کا رنگ
یہ وہ ہے عمر سعد ظالم شقی　　کہ جس نے کیا قتل سبط نبیؐ
یہی بے حیا کربلا میں لڑا　　اسی نے ہزاروں کا خون واں کیا
یہی ہے وہ ظالم شقی ازل　　اسی نے پلایا تھا جام اجل
یہی ہے وہ بے دین بخت سیاہ　　کیا جس نے حیدر کا گھر سب تباہ

یہی فوجیں لے کر چلا تھا ادھر
مسیّب تھے مختار پہونچے جدھر

ملے دونوں لشکر جب آ کر بہم
چلے خوب گرز و سناں دمبدم

ادھر کاٹا تلوار نے گر گلا
تو جا کر ادھر تیر دل میں چھدا

تڑپتے تھے لاکھوں ہی زخمی پڑے
لرزتے تھے دشمن بھی سارے کھڑے

سسکتا تھا کوئی جواں بے بدل
کسی کی وہاں آئی دم میں اجل

ادھر تیغ کھینچی ادھر دم گیا
وہ مرتے ہی فوراً جہنم گیا

ہوئی پھر تو ایسی لڑائی حضور
کہ دم بھر میں لاکھوں ہوئے جاں سے دور

بہے خوں کے دریا ہزاروں وہاں
گرے کٹ کے لاکھوں ہی سر بے گماں

عمر سعد تکتا تھا منہ کو کھڑا
وہ قدموں میں لشکر تھا مردہ پڑا

ہوئی قتل جب ساری فوج شقی
اور کی بخت واثروں سے بھی بے رخی

تو منہ فق ہوا دیکھ کر یہ ملال
کہا شکر تیرا ہے اے ذوالجلال

تو جس حال میں رکھے وہ ہے بجا
نہیں مجھ کو تجھ سے شکایت ذرا

نہ اس پر ٹھنڈا کلیجہ ہوا
بتا تو فلک کینہ پرور ذرا

جھپٹ کر وہیں جلد مختار نے
گیا کام یہ جگ کے سردار نے

عمر سعد کو قتل فوراً کیا
مٹا نقش ہستی کو اُس نے دیا

کرے تا نہ ایسا کوئی پھر بدکام
نبی زادوں کے ساتھ اے ذوالکرام

اُتارا وہیں سر کو شمشیر سے
خطا یا لعینوں کو تدبیر سے

ظفر پائی کے پھر تو ڈنکے بجے
سوار اور پیدل بھی سارے سجے

دیا حکم اُن کو کہ جا و شتابا
عمر سعد کا لے کے سر اے جناب

به سوئے مدینہ بہ پیشِ حنیف | روانہ کیا سر مدائن شریف
وہاں پہونچا جس دم سرِ بے حیا | جلایا اُسے آگ میں برملا
ملا اس کو بدلہ یہ اُس ظلم کا | ستمگر بلا میں جو اس نے کیا
ہوا سارا لشکر اُدھر سے رواں | بہ لطف و خوشی شادمانی وہاں
انہیں چھوڑ گوہر تو بہرِ سفر | ذرا بوحنیفہ کی لے اب خبر

روانہ ہونا لشکرِ اسلامی کا بسوئے مدینہ اور پہنچنا شمر کو لیکر پاس محمد حنیف کے اور پیش کرنا بارگاہِ سلطانی میں بعد ازاں اسکو سولی پر چڑھانا اور سولی سے آگ کا پیدا ہو کر خود بخود جل جانا

وہاں بوحنیفہ تھے مصروفِ جنگ | اُڑا ضربِ مسلم سے چہرہ کا رنگ
ہزاروں کئے خون اشرار کے | لئے بوسہ بڑھ بڑھ کے تلوار کے
گرے کٹ کے سر سینکڑوں کے وہاں | ہوئے خوں میں غلطاں تھے پیر و جواں
کوئی کھا کے تلوار زخمی ہوا | کوئی سینہ برچھی میں چھپ کر رہا
تبر سے کوئی کٹ کے گرتا لعین | کوئی ضرب کھاتے ہی مرتا وہیں
کوئی ضرب سے ہوتا پارا جگر | کوئی بڑھ کے گرتا تھا سینہ سپر
یونہیں کر رہے تھے وہ غلبہ سے جنگ | بڑے ہیں دلاور جری شوخ و شنگ
کہا بوحنیفہ نے پھر یہ پکار | ذرا بات سنئے گا اے ذیوقار

گیا دوڑ کر پاس اکبر وزیر ۔۔۔ سنی بات دل سے یہ لطفِ امیر
کہا کیا کروں دل ہوا ہے کباب ۔۔۔ جدائی سے بھائی کے ہے اضطراب
گئی ہار پہلی لڑائی ہوئی ۔۔۔ مصیبت جو آئی خوشی سے سہی
ولے اتنا نقصاں ہوا تھا نہ جب ۔۔۔ کہ ماری گئی فوج جتنی ہے اب
مگر فوج پہونچی نہ اب تک ادھر ۔۔۔ نہ بھائی کے احباب کی کچھ خبر
یونہیں رفتہ رفتہ ہوئی فوج کم ۔۔۔ کہ دشمن کا لشکر ہے غایت بہم
اسی فکر میں شب کٹی وہ تمام ۔۔۔ سحر کو یہ اعدا نے بھیجا پیام
کہ ہو جنگ عالم میں پھر آشکار ۔۔۔ کریں شاہ پر اپنی جاں کو نثار
ابھی ہوگی میداں میں جنگ وجدال ۔۔۔ لڑے آکے ہر اک جواں بے بدل
دکھائے وہ آج اپنی مردانگی ۔۔۔ جو سیکھی ہوں اس نے کبھی خانگی
کہ اس روز ہو جنگ ایسی بڑی ۔۔۔ کہ رہ جائیں فوجیں کھڑی کی کھڑی
گیا پھر تو میداں آراستہ ۔۔۔ ہوئیں فوجیں عالم میں پیراستہ
بجا جنگ کا طبل دونو طرف ۔۔۔ ملا جس نے چاہا قضا سے شرف
ہزاروں کا خوں ایک دم میں ہوا ۔۔۔ کوئی ہو کے زخمی وہیں پر گرا
ہوا اس قدر کشت وخوں تھا وہاں ۔۔۔ کہ اک خونی دریا ہوا تھا رواں
ہوئی . بوحلیفہ کو جب یہ خبر ۔۔۔ کہ اسلامی لشکر کٹا بے خطر
چڑھے جلد گھوڑے پہ وہ لا کلام ۔۔۔ چلے سوئے میداں بصد احتشام
مقابل میں جو خارجی آگیا ۔۔۔ تہِ تیغ سر رکھ کے وہ چل دیا
پھر اتنے میں آئی صدائے دہل ۔۔۔ گیا دھیان دل میں کہ آئی اجل

سبب اس کا تجھ کو بتاؤں اخی
کہ پیچھے سے آئی وہ فوجِ جری
کہ دشمن نے ہم کو لیا درمیاں
کہا بڑھ کے اکبر نے اے شہریار
لیا ہم کو دشمن نے میدان میں
جب آئے وہ نزدیک فوجِ جری
ہلالی پھریرے ہوئے جب عیاں
مدد آئی بیشک یہ بہرِ ستیز
ہوئی بوحنیفہ کو جس دم خبر
خوشی سے ہوا رنگِ رُخ لالہ فام
عمر اور طالب کے لپٹے گلے
ملے بعد کو وہ مسیب سے بھی
سُنی جب وہ غم کی کہانی تمام
دیا فاتحہ پھر بنامِ حسین رض
کہا یہ مسیب نے اُٹھ کر شتاب
اُٹھائی ہے تکلیف حد سے سوا
کہ سکتے ہیں غیرت سے چھوٹے بڑے
لو اب چین کیجے گا اے ذی شعور
کہا سامنے لاؤ شمرِ لعین ؎

مقابل میں سارے کھڑے تھے شقی
بڑی اُن کے دل پڑی کھلبلی ؎
فنا ہوتی ہر شخص کی یونہیں جاں
ذرا آپ بھی ہوجیئے ہوشیار
لڑے گا وہ اب ہم سے اس شان میں
نمایاں تھی جیسے دلوں سے جلوہ گری
تو پہچان فوراً لئے سب جو ال
لڑیں گے یہ بے شبہ سب خوب تیز
گئے دوڑ کے جلدی سے پھر وہ ادھر
مٹا رنج دل سے ہوئے شاد کام
عقیلِ جواں سے وہ مل کر چلے
حقیقت مصیبت کی پوچھی سبھی
سفر کی صعوبت وہ پھر قتلِ امام
بہت دیر کرتے رہے اُن کا بین
کریں آپ آرام عالی جناب
تمہیں نے یہ پایا شرف برملا
جو اہر کے پاؤ گے تم واں کڑے
بھگت لیں گے ہم ظالموں سے ضرور
ہوئے دیکھ کر اس کو چیں بر جبیں

کہا منھ نہ تم اس کا مجھکو دکھاؤ — شقی ہے یہ ظالم نہ پاس اس کو لاؤ
اُسیوقت منھ پر دیا پردہ ڈال — کہاں چھپایا اس کو اے بدسگال
پکڑ دونوں ہاتھوں کو باندھا شتاب — وہیں چوب خیمہ سے با اضطراب
دیا بوحنیفہ نے چھاتی پہ تیر — بہا خون آنکھوں سے بن بن کے نیر
ازاں بعد بھائی کا سُنئے ستم — کیا ہائے اُس پر نہ اصلا کرم
سبھی بھائیوں نے لگائے تھے تیر — وہ کیا جانیں ہوتی ہے کیا اسمیں پیر
یہاں تک کہ سب سینہ چھلنی کیا — شمار اُن کا انتیس سو تیر تھا
ہوا جب گرفتار شمر لعین — تو غم دل سے جاتا رہا بالیقین
عمر اور طالب علی نے وہیں — زمیں پر وہ دے پٹکی لاش لعیں
کمیت قلم روک گوھر یہاں — سناتا ہوں اک اور تجھکو بیاں
لکھی اک روایت ہے اس طور بھی — سنیں آپ اس پر کریں غور بھی
کہا اس کو لے جاؤ مدین شریف — کہ تا اس کو دیکھیں محمد حنیف
وہیں پائے گا یہ سزا بدگہر — سوار اُس کو لے کر چلے زود تر
مدینہ میں پہونچے وہ با کروفر — ہوئی اہل مدین کو اس کی خبر
چلے دیکھنے کو ہزاروں جواں — تماشہ بنا سب کا وہ بے گماں
جو پیش نظر آیا وہ بے حیا — دیا بو حنیفہ نے سولی چڑھا
نکل آگ سولی سے شعلہ بنی — تن بے حیا میں تھی جا کر لگی
ملا جسم جل کر وہ سب خاک میں — قضا دوڑی پھرتی تھی اس تاک میں
جھپٹ کر پکڑ اس نے فوراً لیا — مزا موت کا پھر چکھا ہی دیا

ملا اس کو دنیا میں بدلہ تمام | کیا جیسا اس نے تھا اے خوشخرام
خدا جانے کیا آخرش میں ہو حال | یہاں کی تو گزری جو گزرا ملال
بس اب لکھ تو گو تہر و حالِ ستیز | کہ سنتے ہی جس کے ہو دشمن گریز

حضرت محمد حنیف سے مسیّب کا میدانِ جنگ میں جا کے اجازت طلب کرنا اور ایک زنگی سوار کا پیچ و تاب کھا کر میدانِ وغا میں آنا اور بعدہٗ قتل ہو کر داخل جہنم ہونا

بجا طبل دونوں طرف سے شتاب | لڑائی سے ہر اک ہوا بہرہ یاب
کہا یہ مسیب نے اے شہریار | اجازت مجھے دیجئے ذیوقار
لڑائی کے میداں میں پہنچوں ابھی | کروں قتل دشمن میں جا کر سبھی
کہا بو حنیفہ نے ہنس کر اخی | تجھے سونپتا ہوں خدا کو ابھی
مسیب چلا واں سے ہنستا جری | اڑاتا ہوا مرکبِ دلبری
کہا خارجیوں سے آ و شتاب | دبکتے ہو کیوں مجھ سے خانہ خراب
تمہیں ناز جس پر ہے اے ظالمو | وہ قوت ہماری بھی تم دیکھ لو
یہ سنتے ہی نکلا جو اک جری | دکھاتا ہوا جوہرِ دلبری
بھرا تھا وہ غصہ میں زنگی سوار | کہا میں ہوں حاضر کرو اپنا وار
مسیب کے اک ہاتھ فوراً دیا | بچا اس نے پھرتی سے اس کو لیا

پکڑ کر کمر اس کی نوّہ اٹھا | زمیں سے دیا مار وہ بے حیا
پڑی ضرب ایسی کہ کانپا جواں | ہوئیں ریزہ ریزہ سبھی استخواں
ہوا سکتہ عتبہ کو یہ دیکھ کر | کھڑا تھا تحیر میں خستہ جگر
کہا یہ ولیدِ جری سے پکار | یہ ہے کون لڑتا بتا تو سوار
کہا کیا نہیں جانتے اس کو آہ | یہ بیٹا علی کا ہے نورِ نگاہ
لیا اس کو دی علی نے جناب | اسے بیٹا کہتے ہیں سب شیخ و شاب
مسیب علی اس کو کہتے ہیں سب | یہی بو حنیفہ کا یاور ہے اب
کیا اس نے لشکر کو جلدی سے فام | چلا لے گے میداں کو وہ خوش خرام
کیا سب مسیب نے لشکر درست | کھڑے تھے جہاں سارے دشمن وہ مست
بجا طبلِ جنگی بہ عیش و خوشی | نقیبوں نے آکر یہ آواز دی
کہ ہے کوئی مردِ جوانِ جری | لڑے آکے فوراً وہ ہم سے ابھی
کرے نام روشن وہ آکر یہاں | دکھائے وہ جوہر سبھی پہلواں
سنا جب یہ لشکر نے ایسا کلام | تحیر سے تکتے تھے منہ وہ تمام
چغلتی جواں ایک نکلا شتاب | برادر مغلتی کا با اضطراب
نہ تھا کوئی ان کی برابر دلیر | تڑپ کر وہ آیا وہاں مثلِ شیر
کہا اس نے غصہ سے پھر یہ پکار | جسے جینے سے آئے دنیا میں عار
چلا آئے میداں میں وہ شہ سوار | کرے شوق سے بڑھ کے نیزوں کا وار
ہوئی پھر تو ایسی لڑائی وہاں | کہ کہتی تھی خود موت بھی الاماں
کئی روز تک یہ ہی صورت رہی | تڑپ کر ہر اک زخمی نے جان دی
بڑے زوروں پر تھی یہ جنگ و جدل | وہاں دوڑی پھرتی تھی ہر سو اجل

کوئی سر کو رکھتا تھا شمشیر پر — کسی نے کلیجہ رکھا تیر پر
اسیطرح لاکھوں فنا ہو گئے — بہادر جو مشہور تھے کھو گئے
ہوئی مضطرب جملہ فوج یزید — قف ظفر کی ملی پھر کلید
ہوئی رات عالم میں جب آشکار — گئے اپنے خیموں میں سب شہسوار
لڑا کرتے یونہیں وہ لیل و نہار — نہ شب کو تھی راحت نہ دن کو قرار

مسیب کے فرزند ارجمند کا میدان جنگ میں جانے کے لئے اپنے پدر سے اجازت طلب کرنا اور پہلوان مغلطی سے لڑائی کا ہونا اور بعدہ اس کو قتل کرنا

سحر ہو گئی جب جہاں میں عیاں — مسیب کا آیا پسر اک جواں
جھکا کر سر نیاز جھک کر کہا — ہو مجھ کو وغا کی اجازت عطا
مسیب نے سن کر کہا یہ سخن — یہ کمسن ہے بچہ ابھی جان من
مغلطی جو ہے اک جواں پہلواں — مقابل میں آئے گا وہ بیگماں
لڑا تا ہے ہر روز پالغا جواں — ہل پیل تن ہے وہ اک پہلواں
سنا یہ مسیب کے بیٹے نے حال — ہند اور کہا ہیں نہیں خورد سال
کمک پر ہیں میری جناب علی رض — جنھوں نے در خیبری
ہے فضل الٰہی کی مجھ پر نظر — نبی ہیں میرے ساتھ آٹھوں پہر

لگاؤں گا اک نیزہ وہ تان کر — کہ دشمن ہو جس سے کہ زیر و زبر
عطا کی اجازت پدر نے وہیں — مقابل میں آیا وہ اندوہگیں
ہوا پھر وہ گھوڑے پہ اپنے سوار — بنایا معلتی کو اپنا شکار
دیا اُسنے تلوار کا بڑھ کے ہاتھ — نہ قوت نے ہرگز دیا اس کا ساتھ
بچا یہ گیا اس لئے اس کا وار — کہ کم سن تھا ناواقفِ کارزار
گیا ڈوب بغلی پہ اُس کی شتاب — گرز اس کے سر پر دیئے بیحساب
لگی چوٹ سر پر تو چکرا گیا — ہوئے ہوش گم سارے گھبرا گیا
گرا نیچے گھوڑے سے وہ دحزیں — ہلا اُس وہشت سے چرخِ بریں
مچا شور لشکر میں ہر سو یہی — کہ قسمت نے دھوکا دیا اے اخی
وگرنہ یہ بچہ وہ اِک پیل تن (ہاتھی کا سا جسم) — مقدر کی سب باتیں ہیں جانِ من
جسے چاہے عزت دے وہ کبریا — جسے چاہے ذلت دے وہ کبریا
ہوئے مجتمع آکے اعدا وہ سب — مگر اس کا حامی تھا ہر وقت رب
چلے ہفت لکھ لے کے وہ شہ سوار — مقابل میں بچہ کے وہ نابکار
لیا گھیر چاروں طرف سے اسے — وہ بجلی کی مانند اس پر گرے
مسیّب نے دیکھا جوان کا یہ رنگ — چلا وہ بھی لے کر سپہ اپنے سنگ
مقابل میں آیا وہ شیرِ ژیاں — دکھائیں اُسے خوب چالاکیاں
گیا یاد مولا کو اُس نے شتاب — رہا کچھ بھی دل کو نہ خوفِ عقاب (عذابِ الٰہی کا ڈر ۱۲)
ہوئی قتل اس درجہ فوجِ لعیں — کہ سب ہو گئی سُرخ تھی وہ زمیں
لڑھکتے تھے سر مثل گیندوں کے وا — ہزاروں تھے زخمی پڑے پہلواں

بہیں ندیاں خوں کی چاروں سُو
جھپٹ کر وہیں ڈال دی اک کمند
پکڑ لی مسیب نے اس کی کمر سے
ہوے اُس کے دو ٹکڑے اس ضرب سے
جو لشکر نے دیکھا یہ مارا گیا
تو سب بھاگ نکلے بصد جانکنی
مسیب نے جلدی سے پیچھا کیا
پھرے آخرش ہو کے ناکامیاب
جو باقی تھا لشکر وہ غارت ہوا
تمامی قلعوں پر تسلط ہوا
ہوئی جبکہ نصرت جہاں میں عیاں
چلو یاں سے گوہر ذرا ملکِ شام

مغلتی کی کرتے تھے سب جستجو
کہ اُڑ جاؤں یاں سے میں مثلِ پرند
کیا وار تلوار سے سر بسر
کہ ہاتھ اپنے دھو بیٹھا وہ جان سے
ہمارا ولی آج بہرِ وغا (واسطے جنگ عبدالملک)
نہ برچھی کی کھائی کسی نے انی
نہ پائی کہیں پر ہوا بھی ذرا
پڑی لوٹ لشکر میں ہر سو جناب
ظفر یابی کا پھر تو ڈنکا بجا
ہر ایک چیز پر اپنا قبضہ کیا
تو چلنے کی ٹھہری یہاں سے وہاں
وہاں کی بھی حالت سناؤں تمام

روانہ ہونا لشکرِ اسلامیہ کا مدینہ طیبہ سے بسوئے دمشق اور پہنچنا لشکر کا میدانِ جنگ میں اور پریشان ہونا یزید کا اور مشورہ کرنا ہمراہ ارکانِ سلطنت سے

روایت یہ راوی نے کی ہے بیاں
یزیدِ لعیں بیٹھا تھا شاد شاد
ہوئی اُس کی آپس میں یہ بات جیت

سنیں آپ اس کو ذرا مہرباں
بعیش و خوشی دل سے وہ بامراد
نہیں دنیا رکھتی کسی کی ہے میت

عبث بوحنیفہ سے لڑنے چلا — اُسے زعمِ باطل نے دھوکا دیا
بھلا کیا لڑے گا وہ ہم سے غریب — کہ جس کا ہمیشہ سے ہو بد نصیب
بجز اس کے پھل اور پائے گا کیا — گلا تیغ دم بھر میں دے گی اُڑا
سُنا ہر بشر نے یہ اُس کا سخن — اُٹھا دست بستہ ہر ایک پیل تن
کہا کیا ہے ارشاد فرمائیے — ضرورت جو ہو اس کو جتلائیے
سرِ بوحنیفہ کا گر ہے خیال — ابھی لا کے دیتے ہیں بے قیل و قال
سُنا یہ یزیدِ لعیں نے کلام — ہوا سرخ چہرہ خوشی سے تمام
کہا میں مصیبت میں ہوں مبتلا — کرو میری امداد بہرِ خدا
اُٹھا سن کے اس بات کو شاہِ چیں — لرزتا ہوا غصہ سے خشمگیں
کہا کس لئے تم ہوا افسردہ دل — جو رہتے ہو اس طور پر مضمحل
زباں سے کہو تو ابھی اس کو جا — پکڑ لاؤں جیتا بفضلِ خدا
یزیدِ لعیں سُن کے یہ خوش ہوا — کہا جاؤ تم شاد بہرِ خدا
اُدھر اُس نے مانگی مدد اور بھی — سلاطینِ عالم سے ہو ملتجی
لکھا سب کو اپنی مصیبت کا حال — کہ ابنِ علی نے دیا ہے ملال
یہ وقتِ مدد ہے مدد کیجئے — خبر میری آ کر ذرا لیجئے
سنا جس نے فوراً وہ آیا یہاں — مددگار اُن کا بنا بے گماں

یزید کا دیگر اراکین سلطنت سے امداد طلب کرنا اور خاقان چین کا محمد حنیف کی گرفتاری کے واسطے میدان جنگ میں جانا اور انکی تلوار سے حضرت محمد حنیف کے ایک ہاتھ کا دو کٹ جانا

چلا شاہِ چیں واں سے ہنستا ہوا ۔۔۔ بصد ناز گھوڑے پہ بہرِ وغا
دیا اس کو کاوا اِدھر پھر اودھر ۔۔۔ ہلاتا وہ تلوار کو سر بسر
کیا وار اک بو حنیفہ پہ آ ۔۔۔ لیا اس کو جلدی سے اس نے بچا
پکڑ کر کمر اُس کی زیں سے اٹھا ۔۔۔ گھما کر زمیں سے پٹک پھر دیا
ہر اک عضو اس کا ہوا چور چور ۔۔۔ لگی ضرب کاری تھی بے شک ضرور
گیا کانپ لشکر وہ سارا وہیں ۔۔۔ ہوا اُس لعیں کے دل کو یہ فوراً یقیں
کہ اب ہو گی ہم کو بلا شک شکست ۔۔۔ یونہی ہو گئی اُس کی ہمت بھی پست
گئے بو حنیفہ جھپٹ کر وہاں ۔۔۔ یزیدِ لعیں کی تھیں فوجیں جہاں
لیے لپکے تلوار وہ ہر طرف ۔۔۔ قضا نے جھپٹ کر دیا یہ شرف
کہ سب ہو گئی قتل فوجِ شقی ۔۔۔ نہ اِک بھی بچا نامورائے اجی
کیا قتل پھر اس طرح سر بسر ۔۔۔ زِ صدمہ سے آتا تھا منہ کو جگر
لگی ضرب جس کے دو پارا ہوا ۔۔۔ جسد اس کا دو ٹکڑے سارا ہوا
لگی اسپ تازی کے جس دم کہیں ۔۔۔ تو سر سے وہ دم تک کھنچی وہیں
تماشا یہ سب دیکھتا تھا لعیں ۔۔۔ بہت پُر غضب تند خو خشمگیں
کہا پھر یزیدِ لعیں نے پکار ۔۔۔ جوانوں نہ جی چھوڑنا زینہار
ذرا آپ دیکھیں تو قسمت کا پھیر ۔۔۔ لیا بو حنیفہ کو دشمن نے گھیر
ہزاروں تھے ہاتھی گھوڑے چار سو ۔۔۔ انھیں بو حنیفہ کی تھی جستجو
کھڑے ہو کے ہودج سے پھینکی کمند ۔۔۔ کہ دشمن کو پہنچے ذرا تو گزند
چوالیس کہتے ہیں گنتی میں تھیں ۔۔۔ کمندیں وہ دشمن کی سب بالیقیں

بنا ایک حلقہ بصد قیل وقال — دیا بوحنیفہ کی گردن میں ڈال
لپک کر گیا وار مروان نے — شبہ بوحنیفہ کے شیطان نے
گرا کٹ کے بازو وہیں پر تمام — قدم بوس وہ بھی ہوئے لاکلام
جھپٹ کر انھیں باندہ فوراً لیا — مسرت کا ڈنکا بجا پھر دیا
چلے لے کے لشکر کو وہ شادکام — خوشی سے اٹھاتا تھا ہر ایک گام
عمر ابن حیدر نے دیکھا یہ حال — ہوا غم سے بیچین وہ پُر ملال
اسیطرح طالب علی تھے اداس — مسیّب کے چہرہ پہ چھائی تھی یاس
عقیل علی نے خبر جب سنی — براہیم اشتر سے جاکر کہی
ہوئے سنکے طوفاں بہت مضطرب — پریشان صورت رہے پُر تعب
بجاتے تھے نقارے شادی کے وہ — بعیش و خوشی بامرادی کے وہ
نہ تھی انتہا کچھ خوشی کی وہاں — نہ رکھتے زمیں پر تھے پاؤں جواں
کیا فوجوں کو شاد انعام سے — کہ نازاں تھے سب ان کے اکرام سے
مچا غل زمانہ میں اس بات کا — نہ پھر دیکھیں منھ کالا ہم رات کا
سبھی شہر میں ہوگیا غلغلہ — کہ عشرت کے دامن میں غم تھا چھپا
ادھر کا تو احوال تم نے سنا — ذرا اب سنو حال زندان کا

خبر پہونچنا قیدیوں کو زندان مصیبت میں محمد حنیف کی گرفتاری کی اور زاری کرنا اہل زندان کا

بجی جب کہ نوبت خوشی کی یہاں ۔ تو آواز زنداں میں پہنچی وہاں
کہا ابن حیدر نے کیسا ہے غل ۔ کوئی پی کے آیا ہے شراب عمل
ظفر کیا کسی کو ہوئی ہے نصیب ۔ جو بجتی ہے نوبت بعید و قریب
بتاؤ تو شادی کا کیا ہے سبب ۔ جو آراستہ کی ہے بزم طرب
کسی نے کہا کیا بتائیں حضور ۔ پھنسے بو حنیفہ ہیں غم میں ضرور
چچا کو تمہارے پکڑ لائے ہیں ۔ خوشی کے یونہیں ڈنکے بجوائے ہیں
قلم ہاتھ بھی ایک اُن کا کیا ۔ اور ہاتھی کے پاؤں سے باندھا گیا
سنا جب یہ عابد نے اس کا کلام ۔ ہوئے چلنے سے عاری وہ ذوالکرام
کہا ام سلمہؓ سے جا کر یہ حال ۔ ہوا سن کے اُن کو نہایت ملال
اسیوقت ایک آہ ماری شتاب ۔ ہوا جس کے صدمہ سے سینہ کباب
کہا ہائے جو تھا ہمارا رفیق ۔ مصیبت میں وہ بھی پھنسا ہے شفیق
کیا بخت بد نے اسے بھی اسیر ۔ مٹے خاندان کا یہ تھا دستگیر
غرض لے کے آئے وہ نزد یزید ۔ کھڑا مضطرب تھا وہ ابن سعید
کہا اس نے ہنس کر کہ اے بے تمیز ۔ تجھے جان کیا تھی نہ اپنی عزیز
نہیں کیا سمجھتا تھا تو یہ بھلا ۔ کہ شیروں سے لڑنا ہے مشکل ذرا
نہیں اچھی یہ فتنہ انگیزیاں ۔ نکل جاتی ہیں دم میں سب شیخیاں
کہا ہنس کے ابن حنیفہ نے یوں ۔ بھلا ہنستا ہے بیکسوں پر تو کیوں
کہ دن ایک ایسا بھی پھر آئے گا ۔ فلک پیچ میں تجھکو جب لائے گا
نہ تو ہوگا ہرگز نہ یہ تیرا دور ۔ مٹا دل سے غفلت ذرا کر تو غور

نہ ہے شمر ملعون نہ ابن زیاد
انھیں کھا گئے سب زمین و زماں
رہے جب نہ سلطان کشور رہاں
تجھے یاد ہوگا ابھی میرا زور
مگر آج ہوں قید میں مبتلا
کہا ہنس کے مروان نے یہ سخن
ہنسے بو حنیفہ کہا اے شقی
گلا میرا تو کاٹ لے گر لعیں
یہ سنکر یزید لعین نے کہا
ازاں بعد ہم غور سے کام لیں
ذرا سوچ لیں اس کی بابت سرا
چلے لے کے اسواران کو ادھر

جنھیں زعم باطل نے رکھا تھا شاں
نہیں نام لیوا ہے کوئی یہاں
تو پھر تیری ہستی ہے کیا اے جواں
ہزاروں جواں مارے مثل ہو
یہی دور دنیا کا دیکھا سنا
تجھے آج ماروں گا میں پل تن
میں راضی ہوں حکم خدا پر ابھی
تو دم اس میں مارونگا ہر گز نہیں
اسے قید خانہ میں ڈالو اٹھا
سزا جو مناسب ہو وہ اس کو دیں
کریں آؤ آپس میں ہم مشورا
ادھر شوری کرنے کو بیٹھے لشکر

مسند محمد حنیفہ سبب اپنے بھائیوں کا عمر علی کو بٹھانا اور انکو اپنا بادشاہ سمجھنا

ہوے بو حنیفہ گرفتار جب
انھیں حد نہ اس بات کا تھا بڑا
تحیر میں بھائی تھے سارے کھڑے
کہی پھر عمر اور علی نے یہ بات
بہم ہو جو طالب علی اور عقیل

پریشان ہوے دیکھ کر بھائی سب
کہ دم بھر میں بھائی جدا ہو گیا
بلا بادشاہ فوج کیوں کر لڑے
کرو مشورہ ایک عالی صفات
برابر ہم اشتر ہوں سب کے کفیل

کریں بھائی طوغاں بھی شرکت ضرور
وہی طے کریں گے بلا شک حضور

ہوئے آکے اک جا پہ بھائی بہم
کئے سب نے آکر کے قول و قسم

کھڑے ہو کے سب بھائیوں نے کہا
مناسب نہیں اس جگہ ٹھہرنا

و یا تو ابھی بھاگ جائیں جناب
و یا کاٹیں دشمن کو جا کر شتاب

مناسب نہیں اس طرح بیٹھنا
ملا دو سبھی خاک میں اشقیا

رہے ایک جا ہم ہیں پچیس سال
اسی بات کا تو ہے ہم کو ملال

مٹا جاتا ہے نام اب خانداں
کہا یہ میسب نے اے بھائی جاں

مناسب ہے ہم کو کریں اتفاق
رہیں مل کے باہم بصد اشتیاق

بناؤ عمر کو سب اپنا امیر
رہو تابع فرمان برنا و پیر

ولیکن میں جاتا ہوں اب شام کو
یہاں آپ دیکھیں سبھی کام کو

کہا سب نے یہ کیا مناسب تھی بات
کہ تنہا لڑیں جا کے عالی جناب

انھیں کو بناتے ہیں ہم اپنا شاہ
رہیں گے تمہارے ہی زیرِ نگاہ

میسب نے ہنسکر کہا شہر یار
نہیں مجھ کو زیبا ہے یہ زینہار

جہاں ہووے ابن علی جلوہ گر
حکومت کرے کس طرح واں بشر

بناؤ عمر کو ابھی اپنا شاہ
اُسے سونپ دو سارا یہ عزوجاہ

بٹھا دیں ابھی جا کے مسند پہ ہم
جو ہے بوحنیفہ کی اے خوش شیم

یہ ہے سب سے بہتر یہی سب کا شاہ
یہی مرتضیٰ کا ہے نورِ نگاہ

اسی کو کر دو یاں کا فرمانروا
نہیں اس سے بہتر کوئی دوسرا

غرض اس کو سردار رہبر و غا
حکومت کا یاں کی کیا برملا

ہوئی پھر تو ایسی لڑائی وہاں
کہ دریا ہوئے خون کے ہر سو رواں

تڑپتی تھیں لاشوں پہ لاشیں پڑی
تحیر میں ہر سو قضا تھی کھڑی

تجسس وہ کرتے تھے اس بات کا
کہ کاٹوں گلا جا کے بدذات کا

ملا دوں ابھی خاک میں اشقیا
ستم کے ہیں بانی کو دیدوں سزا

اُٹھا تیغ کاٹے ہزاروں گلے
بہا خون اس درجہ نالے چلے

ہزاروں جواں خوں میں نہلا دیئے
تہ تیغ لاکھوں ہی بٹھلا دیئے

ہوئی پھر تو اس درجہ ہلچل وہاں
بچاتا تھا ہر ایک جواں اپنی جاں

ہزاروں تھے طالب نے مارے جواں
ہوئے قتل لاکھوں ہی واں پہلواں

عقیل علی بھی لڑے خوب سا
خوشی ہو کے کاٹا ہر اک کا گلا

براہیم اشتر نے مارے جواں
ہزاروں تھے چُن چُن کے اسنے وہاں

لڑا خوب طوغاں بھی شیر ژیاں
مسیب کے ہمراہ وہ بے گماں

ظفر پھر ہوئی اہل اسلام کو
گئے شاد و خرم وہ سب شام کو

یزید کا مجبور ہو کر مشورہ کرنا کہ جبتک محمد حنیف زندہ رہینگے یہ لڑائی ختم نہ ہوگی

غرض تھے سبھی مائل کارزار
لڑے خوب دل کھول کر نامدار

پریشاں مگر تھے وہ اعدا تمام
برابر رہے جنگ میں صبح و شام

یزید سیاہ بخت اور ناسزا
بلا کہ یہ کہتا تھا سب کو سُنا

بتاؤ تو تدبیر کوئی ذرا | مصیبت سے کس طرح چھوٹیں بھلا
مری فوج برباد ساری ہوئی | مجھے زندگی اپنی بھاری ہوئی
سنا جبکہ مروان نے یہ کلام | دیا تخت کو بوسہ ہو شادکام
کہا بخت یاور ہو سلطان کا | نہو بال بیکا بھی ذیشان کا
اگر آپ چاہتے ہیں اس بات کو | کہ دشمن کی پا جائیں ہم گھات کو
ابھی میٹے دیتا ہوں دم بھر میں جنگ | دکھا دے گی نصرت ہمیں اپنا رنگ
کرو بوحنیفہ کو جلدی تمام | یہی بانیٔ شر ہے اے ذوالکرام
نہ جب ہوگا زندہ یہ زیبِ جہاں | تو پھر موج کس پر کرے گی گماں
لڑے گی نہ ہرگز وہ آکر یہاں | سبھی بھاگ جائے گی فوجِ گراں
بالآخر ہوا یہ ہی پھر مشورہ | کہ آتش میں پھونکوں اسے برملا
ہوا حکم ہر سو یزید لعین | اکھٹی کرو لکڑیاں بالیقیں
دکھائی جو دیتا ہے اونچا پہاڑ | وہیں پر مٹائیں گے جاکر یہ جھاڑ
جلا کر ابھی بوحنیفہ کو ہم | مٹا دیں گے افواج کے دل سے غم

خبر دینا زربار نامی وزیر یزید کا عمر علی کو کہ محمد حنیف کو آگ میں جلانے کی رائے پاس ہوئی ہے

پریشان بیٹھے تھے سارے جو اں | کہ اتنے میں قاصد اک آیا وہاں
کہا کچھ خبر ہے تمہیں اے حضور | یزیدِ لعیں ہے بڑا بے شعور

ستم اس کا عالم میں ہے جلوہ گر
نہیں سنتا بیکس کی فریاد کو
نئے بوحنیفہ پہ کرتا ستم
وزیر مکرم نے خط یہ دیا
پڑھیں آپ اس کو ذرا غور سے
وہ ظالم ہے ظلم بڑا خیرہ سر
نہ مظلوم پہنچے ہیں کچھ داد کو
ہمیں ہے اسی بات کا اب الم
کرم ابن حیدر پہ گویا کیا
خبردار ہوں آپ اس طور سے

نامہ لکھنا زبار وزیر یزید کا بنام عمر علی فرمانروای میدان اجنلب

لکھا نامہ اس طرح پڑھتا تمام
سراپا وہ اک غم کی تھی داستاں
کہا بوحنیفہ کی لیجے خبر
یہاں پر ہوا ہے یہ اب مشورا
اکٹھی ہوئی ہیں بہت لکڑیاں
مصیبت سے اس دن ملے گی نجات
اگر تم کرو گے سبھی اتفاق
چلے کے جس دم یہاں سے یزید
جبل پر چڑھے گا وہ جس دم لعین
سراپا یہ دامن میں آجائے جب
وہیں ایک دم حملہ کرنا سبھی
انہیں چھین لینا بصد طمطراق
کہ ہوتا تھا سنکر جسے دل کا کام
لکھی تھی جو زر بار نے بے گماں
پھنسا بحر غم میں ہے وہ خوش سیر
کہ آتش میں اس کو ابھی دو جلا
جبل پر کٹیں گی یہ سب بیڑیاں
شہ بوحنیفہ کو اے نیک ذات
تو ہوگی جدائی نہ پھر تم کو شاق
شہ بوحنیفہ کو اے بوسعید
وہیں آکے پہلے سے چھپنا قرین
تو فوراً نکل آنا لے فوج سب
تو مل جائیں گے تم کو ابن علی
کہ بھائی کی تم کو جدائی ہے شاق

لکھے اس سے آگے کوئی اور کیا
قلم روک گوہر تو زربار کا

غرض یونہیں نامہ کیا وہ رقم
محبت کی رہ میں اٹھاتا قلم

عمر ابنِ حیدر نے دیکھا جو خط
خوشی سے ہوئے شاد غنچہ نمط

بلا کر سبھی بھائیوں کو سُنا
دیا خط وہ فوراً ہی اُن کو دکھا

نسیمِ خوشی نے دیا دل کھِلا
نہ پھولا سماتا تھا چھوٹا بڑا

کہا یہ مسیب نے بڑھ کر وہیں
کہ سب فوج ٹھہری رہے اب یہیں

میں جاتا ہوں اُس سمت چھپ کر ابھی
چھڑاؤں گا تنہا میں ابنِ علیؑ

براہیم اشتر نے ہنس کر کہا
نہ جائیے وہاں آپ بہرِ خدا

وہ ہے پُر خطر کوہ آتش فشاں
کئی بار پہلے گیا ہوں وہاں

مکاں اک بنا ہے وہاں پُر خطر
نہیں پڑتی دہشت سے جس پر نظر

بہت ہے وہ تاریک مثلِ گھٹا
نہیں جاتا اُس میں کوئی دل چلا

سبھی میری دیکھی ہیں گھاٹی وہاں
درے ہیں جہاں سر کے سب خونچکاں

وہیں پر یہ ٹھہرا ہے کارِ زبوں
بہے گا جہاں بھائی کا میرے خوں

میں بھائی کو اپنے چھڑا لاؤں گا
نتیجہ یہ دشمن کو دکھلاؤں گا

غرض دی رضا سب نے باصد خوشی
چلا خوب ہنستا جوانِ جری

لئے سوئے کہسار جنگی جواں
ہلاتے وہ نیزوں کو سب پہلواں

بتاتے ہیں گنتی میں تھے سی ہزار
جوانانِ جنگی دلاور سوار

چھپے جا کے دشمن کی وہ گھاٹیاں میں
کہ آجائے شاید ادھر رات میں

اُدھر باقی فوجوں کو لے کر عمر
چلا شاد خرم بصد کرّ و فر

روانہ ہوئے شام کو سب جواں
فروکش ہوئے تھے یہ پہلے جہاں

اتر کر وہیں پر کیا پھر قیام
بڑی دقتوں سے کیا دن تمام

بجایا سحر ہوتے ہی طبل جنگ
پریشاں ہوئے دیکھ شامی یہ رنگ

یزید لعیں کو بھی پہونچی خبر
کہا اس نے مروان سے زود تر

پسر کیا علی کے پھر آئے یہاں
برائے لڑائی وہ پیل دماں

کہا ہنسکے مروان نے اے حضور
یہ کیا ہستی رکھتے ہیں سب بے شعور

ابھی خاک میں جا ملاتا ہوں میں
دلیری سب ان کی دکھاتا ہوں میں

سبھی فوجیں لڑنے کو جائیں ادھر
چلیں آپ قیدی کو لے کر ادھر

جلا دیں اسے آپ فوراً ابھی
کہ تا آئے قوت میں اُن کی کمی

کمان نامی زنگی پہلوان کا یزید پلید سے میدان جنگ میں جانیکی اجازت طلب کرنا۔ بعد ازاں طالب علی کے ہاتھ سے مارا جانا

چلا لے کے مروان لشکر جری
سکوں اس کے دل کو نہ تھا اک ذری

مسلح تھے تیغ و تبر سے جواں
لئے نیزہ ہر اک کھڑا تھا وہاں

لڑائی ہوئی راہ میں ہر طرف
نظر آئے لشکر وہاں ذی شرف

چلی پھر تو تلوار دونوں طرف
دیا جس کو چاہا قضا نے شرف

ہوئے دم بھر میں لاکھوں جواں
ملے خاک میں سینکڑوں پہلواں

اُسے دیکھ کر سب کو حیرت ہوئی
جماعت سے دشمن کی نفرت ہوئی

کہا بڑھ کے فوراً ہی اس نے وہیں — یزید لعیں ہے کہ اے پاک دیں
اجازت اگر دیں یہ مجھکو حضور — تو جاؤں میں لڑنے کو فوراً ضرور
دکھا دوں میں دشمن کو اپنا وہ زور — کہ جس کا ہے دنیا میں ہر سمت شور
ابھی باندھ لاتا ہوں سب کو یہاں — انھیں مار کے تاب ہوگی کہاں
سنا جب یہ زنگی کا قصہ تمام — کہا ہنس کے اس سے کہ اے خوشخرام
ابھی جا تو میداں میں لڑنے شتاب — دکھا اپنی مردانگی بے حساب
چلا پھر تو لڑنے وہ زنگی جواں — دلاور تھا بیشک وہ پیل دماں
ہوا پھر وہ ہاتھی پہ اپنے سوار — بڑھا رزم گہ کی طرف بے قرار
سراپا تھا زنگی وہ کالا مسال — قوی تھا کئی گز کا لانبا جواں
بصد شوق آیا وہ میدان میں — دلیری سے لڑنے کے ارمان میں
پکارا کہ اے ابن حیدر ذرا — ادھر آؤ دیکھوں میں زور وغا
ابھی باندھ کر تجھ کو لے جاؤں گا — یزید شہنشاہ کو دکھلاؤں گا
عبث لڑنے آئے ہو تم اے جواں — نہیں بوحنیفہ ہے زندہ یہاں
تم آئے ہو جس کے لئے لڑنے کو — کہاں ہے وہ زیب جہاں دادگو
سنا جب یہ طالب نے اس کا کلام — گیا کانپ غصہ سے وہ لا کلام
رہی تاب اس کو نہ ہرگز ذرا — چڑھا اپنے گھوڑے پہ وہ دل چلا
اٹھا تیغ براں کو لے کر ادھر — کماں نیزہ تانے کھڑا تھا جدھر
کماں نے دیا ہاتھ بڑھ کر شتاب — کہ جس کی نہ وہ لائے ہرگز بھی تاب
قلم پاؤں گھوڑے کے چاروں ہوئے — وہیں چرخ کھا کر کے طالب گرے

اُٹھے پھر سنبھل کر بدن جھاڑ کر / ہوئے مستعد جنگ پر زود تر
لیا گرز ہاتھوں میں فوراً اُٹھا / کہ پیلِ دماں کے دوں پاؤں اُڑا
کماں دوڑ پھر غیظ کھا کر اُدھر / کھڑا تھا جہاں طالب نامور
کمر کو جھپٹ اس کی فوراً گیا / بچا داؤں طالب نے اس کو اٹھا
زمیں سے پٹک قتل فوراً کیا / مچا غل کہ ہے ہے غضب ہو گیا
جوانِ جری کیسا مارا گیا / یزیدِ لعیں کو بھی سکتہ ہوا
کہا اس نے مروان سے یہ پکار / لڑے کون ان سے بھلا رنہار
یہ ہیں ابن حیدر جوانِ جری / مناسب ہے ہو جنگ اب ملتوی
سحر کو لڑیں گے دلاور جواں / کرو چین شب بھر یہاں ہمگیاں
بجا طبلِ شمس کا دونو طرف / دیا ان کو راحت نے اعلیٰ شرف
ہوئیں منتشر ساری فوجیں وہاں / جو لڑنے کو آئی تھیں پہلے یہاں

یزید لعین کا حضرت محمد حنیف صاحب کو وہ پر لیکر جانا اور جلانیکے لئے لکڑیوں کے درمیان بٹھانا اور عین موقع پر ابراہیم اشتر سپہ سالار افواج مختار کا مع تیس ہزار افواج کے پہنچکر چھین لینا

ہوئی صبح عالم میں جسم عیاں / ہوا عازم کار ہر اک جواں
چلا بو حنیفہ کو لے کر یزید / یہ سوئے جبل کرنے کو وہ شہید

بٹھایا انھیں ایک جگہ باندھ کر
یہ چاہا کہ دیں آگ اس میں شتاب
ہوئی آگ اور لکڑیاں جب بہم
تحیر میں سارے کھڑے تھے جواں
بڑی فوجیں لایا تھا وہ ساتھ میں
شمار اس کا کرتے ہیں سب بیس ہزار
اچانک نکل آیا تھا گھات سے
کیا سوچ دل میں کہ اے کبریا
جو آفت میں مجھ کو پھنسا یوں دیا
گیا کانپ دہشت سے وہ بدقریں
کیا اس کا پیچھا کسی نے نہیں
گئے دوڑے جلدی وہ فوراً وہاں
نکالا براہیم نے آگ سے
دیئے ہاتھ پاؤں کو بوسے شتاب
چلے بوحنیفہ کو لیکر وہ شاد
گئے اپنے لشکر میں با انبساط
سبھی مردہ جانوں میں جاں آگئی
کیا حق کا پھر تو ادا شکریہ
رہے مدتوں یونہیں لڑتے جواں

وہ انبار ہیزم میں خستہ جگر
کہ تا جل کے ہوجائے خستہ خراب
دھواں اُن سے اُٹھنے لگا دمبدم
کہ اتنے میں آیا براہیم واں
برہنہ تھی شمشیر ایک ہاتھ میں
ہوئے دیکھ کر یہ لعیں بے قرار
یزید لعیں کانپا اس بات سے
بھلا کونسی کی ہے میں نے خطا
نہیں چلتی اس جا پہ فہم و ذکا
بچا جان اپنی کو بھاگا وہیں
خوشی میں تھے مصروف سب اہل دیں
بٹھایا تھا اُن کو جلانے جہاں
کیا کام کوئی نہ کچھ لاگ سے
مٹایا خوشی نے سب ہی اضطراب
سوئے فوج اسلام با صد مراد
ہوئے سب وہ وہاں عیش و نشاط
نظر دشمنوں کی مگر کھا گئی
بٹھایا وہ مسند پہ لا جبر یہ
مگر بوحنیفہ تھے روتے وہاں

شب و روز رونے سے بس کام تھا — نہ تھی یا د راحت نہ آرام تھا
یہی ہر گھڑی کہتے تھے وہ مدام — مدد میری فرماؤ خیر الانام
کروں کیا میں تدبیر اے کبریا — چھڑاؤں میں عابد کو کیسے بھلا
ہوئی پاؤں کٹنے سے طاقت ہی طاق — وگرنہ دکھاتا میں کچھ طمطراق
کروں کیا کہ مجبور رہوں اس گھڑی — مری غم کے دریا میں کشتی پڑی
اسی سوچ میں رات آخر ہوئی — مسرت نہ چہرے پہ ظاہر ہوئی
ادھر چھوڑا فوجوں نے صمصام کو — اُدھر سوچتے تھے وہ انجام کو
وہ سونے پہ آخر کو مائل ہوئے — مئے شادمانی سے غافل ہوئے

خواب میں جمال پاک پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم دیکھنا اور بازو کا حکم خدا سے اچھا ہونا

کھلی آنکھ جس دم تو وہ غم نہ تھا — نیا اک وہاں پر شگوفہ کھلا
ہر اک جا سے آتی تھی نکہت وہاں — مہکتا تھا خوشبو سے سب وہ مکاں
کہا بو حنیفہ نے سب ماجرا — تعجب میں ہر اک جواں تھا کھڑا
نبی پاک شب کو یہاں آئے تھے — عنایت سے تشریف لے آئے تھے
کہا کیوں تو ہوتا ہے دلگیر اب — ترے ساتھ ہر وقت ہے تیرا رب
کہا کیوں نہ غمگیں ہوں ہم بھلا — کہ اب تک نہ چھوٹے اسیر بلا
کہا حق کی یوں ہی رضا ہے عزیز — نہ دم مار اس میں تو اے پرتمیز

یونہیں تھا لکھا اُن کی تقدیر میں — عیاں جو ہوا حق کی تفسیر میں
حسینا تو میرا ہے نورِ نظر — فدا حق پہ اس کا کیا میں نے سر
ولے شاد ہو دل سے اب تو عزیز — ظفر تیرے گھر کی بنے گی کنیز
کہو اپنے یاروں سے یہ ماجرا — اُٹھا لائیں دستِ بُریدہ وہ جا
ملا دیں وہ بازو سے بازو بہم — کریں اُس پہ مہرِ نبوت کو دم
بفضلِ خدا ہاتھ ہوگا درست — یہ کر دے گا پھر معجزہ اُن کو سُست
مگر اُن کو ہوگا نہ ہرگز یقیں — وہ ہیں حق کے دشمن سبھی اہلِ کیں
سُنا میں نے جب یہ سخن بے مثال — ہوا شاد دل میرا حد کمال
کلی دل کی میری وہیں کھل گئی — مرادِ دلی گویا سب مل گئی
کہا خواب یاروں سے وہ برملا — بشارت جو اُن کو ہوئی اے فتا
اُنھوں نے کہا خواب ہے یہ بجا — نہیں جھوٹ واللہ ہے اسمیں ذرا
ابھی حکم کیجئے تو جائیں وہاں — قلم دستِ رنگیں ہوا تھا جہاں
کہا یہ مسیب نے بڑھ کر شتاب — ابھی ہاتھ لاتا ہوں عالیجناب
اُٹھا پھر براہیم بھی زود تر — کہا اس کو میں لاؤں کا ڈھونڈ کر
گلی میں وہ میری پڑا بار ہا — ملا اس کے باعث مجھے مرتبا
غرض لینے بازو کو وہ ہی گیا — جہاں ہاتھیوں کا تھا داہا ہوا
وہاں جا کے دیکھا بصد التجا — ملا اک جگہ خشک بازو پڑا
چمکتا تھا وہ صورتِ آفتاب — نظر خیرہ ہوتی تھی اس سے جناب
اُٹھا پارچہ میں لپیٹا وہ ہاتھ — دیا بو حنیفہ کو عزت کے ساتھ

بڑی اُن کے دل کو مسرت ہوئی ۔ خدا کی یہ اُن پر عنایت ہوئی
بصد شوق بازو ملائے گئے ۔ کرشمے خدا کے دکھائے گئے
پچھپا اُسکو چادر سے فوراً دیا ۔ بصد درد مہبر نبوت پڑھا
کیا اُسپہ دم پھر بحقِ نبیؐ ۔ رہے سکتہ میں بیٹھے ابنِ علی
ازاں بعد چادر اُٹھائی شتاب ۔ تو بازو کو چسپیدہ پایا جناب
کیا سجدۂ شکر باصد خوشی ۔ بدرگاہ ربّ العلا اے اخی
بجی نوبت شادمانی وہاں ۔ ہوا شاد ہر ایک پیر و جواں
اسی عیش و عشرت میں وہ سو گئے ۔ جو دل کو تھے صدمے وہ سب کھو گئے
سحر تک ہوا جنگ کا التوا ۔ ہر ایک پہلواں سونے کو چل دیا

حکایت بر سر تذکرہ ایک عورت دوستدار علی جس نے اپنے ہاتھ کٹوا کر نعمتِ دو جہاں پائی اور حکم خدا سے ہاتھ کا درست ہونا

مجھے یاد آئی حکایت اک اور ۔ تجھے وہ سناتا ہوں کر اُسپہ غور
علی کی محبت میں وہ ہے لکھی ۔ نہیں اس میں شک ہے ذرا اے اخی
رہا کرتا تھا بصرے میں اک جواں ۔ وہ رکھتا تھا مال و متاع بیگماں
کوئی اس کا ثانی نہ تھا شہر میں ۔ مگر پھنس گیا حق کے وہ قہر میں
زمانہ پلٹ ایک دم میں گیا ۔ وہ محتاج نانِ جویں کو ہوا
نہ بصرے میں دیکھی جب اپنی گزر ۔ تو کوفہ میں آیا وہ خستہ جگر

گیا اک دکاں پر وہ پھرتا ہوا
نظر آیا بیٹھا اُسے اک جواں
سمجھ اُس کو مومن کیا یہ سوال
بنامِ خدا کچھ دلا دیجئے
بحقِ علی اور آلِ رسولؐ
پریشاں ہوں فاقوں سے مضطر ہوں حال
وہ مومن نہیں تھا وہ تھا خارجی
کہا خاک بھی تو نہ دونگا تجھے
ہوا اُس کے دلگیر پھر وہ جواں
گلی کوچے پھرتا وہ کرتا سوال
نظر آیا اک جا پہ اعلیٰ مکاں
کھڑی اُسکے در میں تھی اک مہ جبیں
دکھایا اُسے اپنا حال تباہ
وہیں پار اک تیر دل کے ہوا
اُسے رحم اس پر وہیں آگیا
بلا کر اُسے حال پوچھا سبھی
وہ تھی دوستداران سبطِ نبی
کہا ہائے کچھ پاس میرے نہیں
مگر ہاں یہ ولے گوشوارے ہیں دو

تحیّر سے ہر چیز تکتا ہوا
گیا پاس دوڑا یہ گریہ کناں
مٹا میرے دل کا تو رنج و ملال
دیا تھوڑا کھانا کھلا دیجئے
ثواب اس کا دل سے کہہ تم قبول
کیا ہے یونہیں آج میں نے سوال
ہوا اُسکو غصہ سُن کے نامِ علیؓ
میں نامِ علی پر تو کچھ بھی کھے
گیا چھوڑ بازار کو بے گماں
با آہ و فغاں اور پریشاں حال
بلندی پہ تھی اُسکی دنیا میں شاں
وہ ثانی نہ رکھتی تھی اپنا کہیں
پڑی اسکی اس پر جو گہری نگاہ
جگر توڑ پہلو میں جا کر رُکا
اندھیرا سا آنکھوں میں اک چھا گیا
جو گزری مصیبت تھی ساری کہی
بہت دیر سنکر وہ روتی رہی
جو دیتی ہیں تجھ کو ابھی بالیقیں
مرے کان کے چاند تارے ہیں دو

جڑے بیش قیمت ہیں تسمہ اسمیں لال — کریں گے یہی تجھ کو بے شک نہال
اُتار اُن کو فوراً حوالہ کیا — جو اُن لے کے بازار میں آگیا
انھیں بیچنے کو وہ آیا شتاب — خوارج کی گویا دُکاں پر جناب
دکھا کر وہ بندے کہا لے لعین — تو عورت سے بھی نکلا کمتر لعین
کہ اس نے خدا کے دیا نام پر — نبیؐ کے توسل سے اے بے خبر
خوارج نے پہچان اُن کو لیا — وہیں دیکھ بندے وہ گھر کو چلا
ہوا پُر غضب آتشِ قہر سے — تنفر ہوا اس کو پھر شہر سے
دُکاں کو کیا اُسنے جلدی سے بند — گھر آیا پریشان وہ دردمند
کہا اپنی بی بی سے اس نے شتاب — کہاں ڈلے بندے وہ خانہ خراب
کہا اس نے درویش اک آیا تھا — زباں پر سخن اپنی یہ لایا تھا
کہ یہ دونوں بندے مجھے دیجئے — ثواب اس کا محشر میں اب لیجئے
کہا کون تھی تو بتا تو ذرا — اُسے بندوں کی دینے والی بھلا
سُنا جب یہ عورت نے اس کا کلام — گئی کانپ غصّہ سے وہ لالہ فام
کہا آپ ہیں کون اس کے بھلا — مرے باپ کا تھا وہ ترکہ ملا
کمائی تو کچھ آپ کی وہ نہیں — دیئے میں نے بے شک وہ حق الیقین
اُسے میں نے حبّہ نہیں اک دیا — جناب علی پر تصدق کیا
وہ بولا لعیں غصہ سے کانپ کر — محبت ہیں ان کی دیا تو نے سر
اُٹھا ہاتھ وہ جس سے بندے دیئے — ابھی کاٹتا ہوں وہ زک کے لئے
کہا ہنس کے عورت نے لے بے حیا — تو کیا ہاتھ کاٹے گا میرا بھلا

اگر سو بھی جاں ہوں تو کر دوں نثار — ابھی دل سے سن اُنپہ لے نابکار
یہ کہہ کر بڑھا ہاتھ اپنا دیا — نہ کچھ خوف دل میں ذرا بھی کیا
یہ سُنکر کریں شرم شامی تمام — اسے کہتے ہیں عشقِ شانِ امام

ہاتھ کاٹنا اپنی بی بی کا اس مردِ بیحیا کا اور لباس چھینکر مکان سے نکالدینا

جھپٹ کر وہ ظالم نے دستِ عطا — قلم کر دیا جلدی سے بے خطا
لیا چھین اُس کا وہ مال و منال — گئی شہر سے دور وہ پر ملال
بنی تھی وہاں رہنے کو اک سرا — گری متصل اس کے جا بے نوا
ہوئی غش میں مدہوش وہ نازنین — سراپا تھی مرنے کے بالکل قریں
وہاں رہتا تھا ایک مردِ سخی — تھی زوجہ بھی اُسکی بڑی متقی
قضا را اُدھر کو گذر ہو گیا — جہاں پر کہ وہ تھی پڑی دلربا
نظر آیا جب اُس کا حسن و جمال — رہا سکتے میں وہ کھڑا پر ملال
اُسے دھوکا اس دم ہوا یہ بڑا — کہ تارا فلک سے کوئی گر پڑا
دیا چاند نے کھیت یاں پر کیا — جو روشن ہر اک ذرہ ذرہ ہوا
قریب آکے اُسنے جو دیکھا یہ حال — لہو ہاتھ سے بہ رہا تھا کمال
پڑی ہے وہ بیہوش غم سے نڈھال — نہ کچھ بات کرتی تھی وہ ذیجمال
گیا گھر کو واپس وہ دوڑا ہوا — کہا اپنی بی بی سے سب ماجرا
اُسے لا کے فوراً کھڑا کر دیا — سرہانے حسینہ کے با صد بکا
کھُلی آنکھ جس دم تو پایا ہجوم — ہوئی مضطرب دیکھ کر بالعموم

کہا کون ہیں آپ بتلائیں حال — مرے رنج پر کیوں ہے تم کو ملال
کہاں رہتے ہیں ہم یہیں پر حضور — معالج تمہارے ہیں اے ذیشعور
سناؤ تو کچھ حال دل کا ہمیں — جو گذری ہے سب داستاں وہ نہیں
کہی سب حسینہ نے وہ داستاں — جو گذری تھی بالکل وہی بیاں
سُنی اس کی حالت تو صدمہ ہوا — تسلّی سے گھر اپنے جا کر رکھا
کہا دی خدا نے یہ اولاد ہے — یہ اس کی عنایت کی ادا ہے
جو کی اس نے گھر بیٹھے دختر عطا — نہیں شکر یہ ہم سے ہوتا ادا
کیا ہاتھ کا اُس کے ڈٹ کر علاج — شفا کا خدا نے رکھا سر پہ تاج
اسے کام ہر روز رہتا یہی — کہ یاد خدا میں وہ مشغول تھی
شب و روز کرتی عبادت مدام — اُسے حق پرستی سے رہتا تھا کام
اسی عرصہ میں اک وہاں قافلہ — کہیں سے وہ آیا ہوا تھا تھکا ر
کیا شب کو اُس نے اسی جا قیام — لعیش و خوشی اور بہ لطف تمام
وہ آیا تھا ہندوستاں سے یہاں — بہت مال ڈھاکے کا لے یہاں
بڑا تھا وہ سردار عالی وقار — نہیں اس کی دولت کا تھا کچھ شمار
ہزاروں تھے ہمراہ لونڈی غلام — کنیزانِ خوش رو کا تھا اژدہام
مگر اس کا معمول یہ تھا اخی — کہ پڑھتا تہجد تھا ہر دم سحری
ازاں بعد پھر کر وہ سب قافلہ — اسیطرح ہر نیک و بد دیکھتا
قضا کار اُس شب کو بھی وہ عزیز — اُٹھا قافلہ دیکھنے پر تمیز
گیا ایک گوشہ میں پھرتا ہوا — مجھلی ہر اک رکھا اسباب تھا

اُسے روشنی کا گماں پھر ہوا — جلائی ہے چوروں نے دل میں کہا
اُٹھا تیغ اُس سمت فوراً چلا — ہوا نزد حجرہ وہ جا کر کھڑا
تماشہ یہ قدرت کا آیا نظر — مجلے تھے سب گھر کے دیوار و در
کیا اُس نے آہستہ سے در کو وا — ولے پاؤں اندر مکاں کے گیا
تماشہ عجب اُس کو آیا نظر — وہاں مرد و زن سوتے تھے بیخبر
مصلے پہ بیٹھی تھی اک مہ جبیں — عبادت میں مشغول تھی نازنیں
ملی جا کے اُس کی نظر سے نظر — گیا دل میں تیر نظر پھر اُتر
وہیں تھام کر دل کو وہ رہ گیا — جو گزری مصیبت اُسے سہ گیا
تڑپتا ہوا آیا خستہ جگر — تصور کی لیکن ادھر بھی نظر
کٹی رونے دھونے میں شب وہ تمام — سحر نے مرتب کیا اپنا کام
پھر کھٹ سے اپنے اُٹھا وہ شتاب — تڑپ کر سحر کی تھی اُسنے جناب
جواہر کے لیکر طبق زر نگار — چلا سوئے دختر وہ با اقتدار
کہا مرد صالح سے جا کے شتاب — انھیں کیجئے گا قبول اے جناب
تعجب ہوا اُس کو یہ دیکھ کر — کہا کیا ہے حاجت بتلا اے پسر
کہا ہاں ہے حاجت مجھے اک بڑی — نظر تیری دختر سے میری لڑی
اگر رکھتی شوہر ہے وہ نازنیں — تو مجبور اس سے ہیں سب اہل دیں
کہا رکھتی شوہر یہ اپنا نہیں — ہمیشہ سے رہتی ہے میرے قریں
ہوا اُس کے خوش پھر تو خواجہ کمال — کیا اُس نے شادی کا اُس سے سوال
کہا اُس سے ہو جائے شادی اگر — تو بہتر ہے یہ بات اے خوش سیر

کہا مرد صالح نے سُنکر کلام — مناسب ہے یہ رائے عالی مقام
ولے تھوڑے دن صبر کیجئے ذرا — کہوں گا میں بعد اس کے سب ماجرا
ابھی پوچھتا ہوں میں دختر سے جا — طبق وہ جواہر کے لیکر چلا
گیا پاس دختر کے ہنستا ہوا — مفصل کہا اس سے سب ماجرا
کہا تیری کیا ہے خوشی اے حسیں — نہ کچھ منہ سے بولی وہ راحت گزیں
کہا اُس نے کچھ تو ملے اب جواب — کہ ہو جائے جلدی سے کارِ ثواب
کہا آپ مالک ہیں جی جان کے — مری بہتری اور نقصان کے
مگر ہاتھ کٹنے سے دلگیر ہوں — غم و درد کی پہنے زنجیر ہوں
کہا اُس کا غم کچھ نہ اب کیجئے — مقدر میں جو ہے لکھا دیکھئے
وہ کہتی تھی دل میں یہی ہر گھڑی — کہ شوہر سے ہو گی ندامت بڑی
نظر میں ہمیشہ رہوں گی ذلیل — کہ بے دست بیٹھی ہوں بے قال و قیل
غرض باپ نے پھر بلا کر اُسے — کہا لے مبارک دولہن ہو تجھے
پئے عقد قاضی بلائے گئے — یہ مژدے خوشی کے سنائے گئے
مسرت کے عالم میں دونوں ملے — نہاں حسرتوں کے بھی غنچے کھلے
ہوئی شب تو خواجہ نے ہنسکر کہا — دولہن سے کہ آؤ ادھر تم ذرا
کہا ایک ساعت تأمل کرو — مجھے تھوڑا سا کام کر لینے دو
ابھی ہو کے فارغ یہاں آتی ہوں — کرشمہ میں قدرت کا دکھلاتی ہوں
اٹھی پھر وضو کر کے با امتیاز — پڑھی اُسنے فوراً ہی جا کر نماز
کہا رو کے اے خالق ذوالمنن — تجھے سارا روشن ہے میرا چلن

مگر ہاتھ کٹنے سے قاصر ہوئی — بُرائی مقدر کی ظاہر ہوئی
وہ لے آج میرا ہوا ہے نکاح — نظر آتی کچھ کچھ ہے مجھ کو فلاح
مگر میں ہوں شرمندہ اس بات سے — کہ پہونچی ہے تکلیف بدذات سے
کٹا ہاتھ میرا ہے اے کبریا — نہیں بار تجھ کو ہے کچھ جوڑنا
بحق علیؓ طفیل رسولؐ — برائے حسنؓ اور بحق بتولؓ
مجھے کر نہ شرمندہ شوہر سے تو — یہی مدعا ہے یہی آرزو
یہ کہہ کر کے اس درجہ گریہ کیا — کہ سب سننے والوں کو صدمہ ہوا
وہ بیہوش ہوکر زمیں پر گری — رہی دیر تک خواب میں وہ پڑی
نظر آیا فردوس میں اک مکاں — مجلّے تھا سارا وہ قصر جناں
بنا سرخ یاقوت سے تھا تمام — عیاں سُرخ روئی کا تھا اہتمام
زمرد کے ہر جا بچھے تخت تھے — جواں پھر رہے تھے وہاں پر سجے
اُسی تخت پر بیٹھا تھا اک جواں — ہزاروں فرشتے تھے حاضر وہاں
کھڑے دست بستہ تھے چپ چاپ وہ — کہ پابند احکام تھے آپ وہ
جو یہ حال دختر نے دیکھا وہاں — ڈری اور کانپی بہت دلستاں
پکڑ کر فرشتے اُسے لے گئے — اور اُس صاحب تخت کو دے گئے
کہا اس نے اے دختر سیم تن — پریشاں نہو تو ذرا جانِ من
میں حامی ہوں تیرا دل و جان سے — ملائے گا حق تجھکو ارمان سے
میں وہ ہی علی ہوں ترا دوستدار — کہ جس کے لئے تو ہوئی دلفگار
مرے عشق میں ہاتھ تیرا کٹا — لے نزدیک آ میرے اے دلربا

مجھے ہاتھ اپنا دکھا کھول کر | خدا کی عنایت پہ رکھ تو نظر
ستم ہائے بچپن ہوا یہ بڑا | کہ ظالم نے کاٹا ہے دستِ عطا
کھلی آنکھ تو پھر نہ وہ درد تھا | نہ تھا کوئی کچھ ہاتھ میں بھی ذرا
اٹھی خواب سے تو نہ پھر غم رہا | خوشی سے وہ صدمہ مبدل ہوا
تحیر میں سب کو وہ تکتی رہی | مہِ حسن بن کر چمکتی رہی
جو دیکھا تو موجود وہ ہاتھ تھا | کہ فضلِ خدا ہر گھڑی ساتھ تھا
نہ کیوں خندہ زن ہوتی وہ ماہرو | کہ پیشِ نظر تھی خوشی چار سو
خوشی سے خوشی تھی بڑی سے بڑی | کہ سجدہ میں فوراً ہی وہ گر پڑی
اٹھی سجدے سے تو ہوئی باغ باغ | جلائے ہزاروں نے گھی کے چراغ
مکلل پہن کر وہ اعلیٰ لباس | گئی جلدی سے اپنے شوہر کے پاس
جو شوہر نے دیکھا وہ حسن و جمال | تو حاصل ہوئی شادمانی کمال
وہ جامے میں پھولا سماتا نہ تھا | کہ آپے میں خود کو بھی پاتا نہ تھا
عجب دور قدرت کا دیکھا یہاں | کوئی پایا غمگیں کوئی شادماں
غرض ایک مدت بعیش و خوشی | کٹی لطف سے ساتھ ہی زندگی
وہ بیٹھے تھے ایک دن بہم شاد شاد | میاں بی بی خرم بعیش و مراد
کہ اتنے میں سائل اک آیا وہاں | بہ خستہ جگر اور بہ نالہ کناں
کہا کچھ مجھے دیجئے گا حضور | برائے خدا کھانے کو ذی شعور
اٹھا دینے کو کچھ درم وہ جواں | کنیزوں کو حاضر نہ پایا وہاں
تو جلدی سے دینے کو خود وہ بڑھا | کہا بی بی نے ٹھہرئیے گا ذرا

نہ اس طرح تم آگے جاؤ جناب
میں جاتی ہوں دینے کو دام و درم
گئی یاں سے سائل کے جب وہ قریب
کھڑا در پہ شوہر ہے پہلا وہاں
اسے اس نے پہچان فوراً لیا
کہا کچھ نہ پوچھ اے حسینِ جہاں
نکالا تجھے دے کے جس دم طلاق
لگی خود بخود آگ گھر کو تمام
جو سرمایہ تھا پاس وہ جل گیا
بلندی سے پستی پہ میں گر گیا
کہا بے ادب ہے بڑا تو شقی
اُسی کا یہ بدلہ خدا نے دیا
اِدھر کر توجہ ذرا اے شریر
لے اب دیکھ سالم خدا نے کیا
ہوا اُس کے شرمندہ پھر تو بڑا
سُنا جب خواجہ نے قصہ تمام
کہا میری آقا ہے تو اے حسیں
یہ سب تیرا ہے اور مالک ہے تو
ہوئی مضطرب سنکے وہ دلربا

کوئی ہووے دشمن نہ خانہ خراب
ذرا ٹھہریئے گا برائے کرم
تو دیکھا وہاں ماجرا یہ عجیب
لباس فقیری میں وہ بیگماں
کہا حال کیا ہے بتا تو ذرا
ترے بعد گذری جو حالت وہاں
رہا مدتوں دل کو میرے فراق
جلا سارا اسباب اے خوش خرام
تکبر کا سارا وہ دن ڈھل گیا
نصیبہ کا میرے یہ لکھا ہوا
دیا نامِ حق پر نہ تو نے کبھی
زر و مال دم بھر میں تجھسے لیا
یہ ہی ہاتھ کاٹا تھا تو نے فقیر
علیؓ کی دعا سے یہ اچھا ہوا
وہاں دیر تک بیٹھا روتا رہا
گرا اس کے قدموں پہ بنکر غلام
یہ مال و متاع ہے جو تیرے قریں
نہیں اس کی واللہ کچھ جستجو
کہا پیارے خواجہ یہ کہتا ہے کیا

میں ادنےٰ سی ہوں تیرے گھر کی کنیز — کرم ہے جو تو رکھے مجھکو عزیز
ہنسا پھر تو خواجہ کہا دلربا — وہی میں گدا ہوں ترا پیشوا
جسے گوشوارے دیئے تھے اُتار — اُنھیں کی بدولت یہ پایا وقار
گرے سنکے سجدے میں بی بی میاں — ثناؤ صفت کی خدا کی بیاں
خدا کی یہ قدرت کا دیکھا کمال — ہوا ایک ساعت میں اسکو زوال
جو رکھتا ہے سبطِ نبی سے ملال — اُسے جینا ہوتا ہے اپنا وبال
جو رکھتا ہے اُن سے محبت دلی — کلی رہتی ہے اس کے دل کی کھلی
کہاں سے کہاں پہونچا گوہر بھلا — انھیں چھوڑ عشرت میں تو مبتلا
بیاں کر وہ اب حال جنگِ یزید — کہ اسلامیوں پر تھے دھاوے شدید

جنگ کرنا عمر علی کے بھائیوں سے لشکرِ رومی کا اور شکست کھا کر بھاگ جانا رومیوں کا

چلے جنگ کو جبکہ ابنِ علی — خبر آکے جاسوس نے پھر یہ دی
کہ آتا ہے لشکر یہاں روم کا — نوشتہ دکھانے کو مقسوم کا
عمر نے کہا آؤ اے بھائیو — کلیجہ پہ تیغ و تبر کھائیو
یہ ہے وقت لڑنے کا با کر و فر — کریں فوج اعدا کو زیروزبر
چلے ساتھ لے کر وہ اپنے سوار — بتاتے ہیں ہمراہ تھے بیس ہزار
ادھر کھینچے شمشیر تھے نوجواں — اُدھر فوج پر گرتی تھیں بجلیاں

رکھے رومی اور شامی سب کاٹ کر
کوئی ٹکڑے دو کوئی چو رنگ تھا
ہوئی فاش آخر میں انکو شکست
نہ جب تاب لائے وہ کچھ بار کی
وہ میداں سے بھاگے تھے جب نابکار
فراری سے حاصل نہیں ہوگا چین
گئے اس کے پیچھے یہ سب چار کوس
پھر آخر کو مجبور واپس ہوئے

گئے بھاگ کر وہ ادھر اور اُدھر
کوئی خوں میں ڈوبا کھڑا دنگ تھا
کہ مردانہ ہمت تھی ہر اک کی پست
گر پڑی اُن سے اٹھی نہ تلوار کی
قضا کہہ رہی تھی کہ کیوں ہو فرار
نہ چھوڑوں گی باقی ہیں اک نور عین
پڑی اُن کے ارمانوں پر غم کی اوس
روانہ سوئے شام وہ کس ہوئے

قیلوجی نامی پہلوان کا مع تیس ہزار پہلوانان نامدار کے میدان جنگ میں وارد ہونا اور محمد حنیف سے جنگ کرنا

لڑے خوب پھر تو محمد حنیف
علی اور اکبر بھی لڑتا رہا
چلا پھر ادھر سے قیلوجی شتاب
لڑا پھر تو اس لطف سے وہ جواں
بہت اُس کے ہمراہ تھے پہلواں
ادھر بھی بہت سے ہوئے تھے شہید
مسیب اور اکبر بھی زخمی ہوئے

انھیں وہ تو سمجھے ہوئے تھے ضعیف
تہِ تیغ لاکھوں ہی کرتا رہا
لئے پہلوان ساتھ میں بے حساب
کہ تھرا گئے سب زمین و زماں
یل نامدارانِ جنگی جواں
ظفریاب اسی جا ہوا تھا یزید
کھڑے بو حنیفہ بھی مضطر ہی تھے

کہا دل میں لڑنے میں جاؤں شتاب — سبھی کاٹ کر رکھ دوں خانہ خراب
کہ اتنے میں خاک اُڑتی دیکھی وہاں — کھڑے تھے پریشان خاطر جہاں
نمودار ائیں سے برادر ہوئے — وہ تینوں کے تینوں ہی ظاہر ہوئے
گرے آکے قدموں پہ دلگیر ہو — کہا عفو سب کی وہ تقصیر ہو
نہ آئے تھے اب تک وہ نزدِ حضور — بلا شک یہ ہم نے کیا ہے قصور
نہ جائیں ابھی آپ میدان کو — کہ ہم آگئے دینے اب جان کو
لڑیں جاکے اک ساتھ بھائی سبھی — عمر اور طالب عقیل علی
ہوئے شاد سن کر محمد حنیف — دیئے بھائیوں کو صلہ میں تحیف
گئے پھر تو میدان میں سارے جری — بڑی دیر تلوار چلتی رہی
کیا حملہ جی توڑ ان پر شتاب — ملے خاک میں لاکھوں خانہ خراب
جبش کا وہ لشکر کیا سب تباہ — جو باقی بچی تھی وہ بھاگی سپاہ

راستہ میں ابراہیم اشتر اور حارث اشتر کا شاہ زنگی سے جنگ کرنا

براہیم اشتر بھی آیا اُدھر — لئے فوج جنگی پہ خستہ جگر
چڑھا لے کے حارث بھی فوج جری — لڑائی کا ہر ایک تھا ملتجی
یہ جاتے تھے خوش خوش بصد کروفر — کہ جاسوس نے دی یہ آکر خبر
کہ آیا ہے اک شاہ زنگی یہاں — لئے ساتھ جنگی وہ لاکھوں جواں
سواروں کا ہم نے کیا جب شمار — تو تھے گیارہ لاکھ اور اسّی ہزار
کہاں جاتے ہو تم کہاں بے خبر — تغافل کی یہ جا نہیں اے پسر

وہ آتا ہے لڑنے کو تم سے عزیز
چلو خوب ہشیاری سے پر تمیز

کہا یہ براہیم نے پھر پکار
ابھی پیادہ آگے بڑھیں اور سوار

کریں لشکر زنگیوں کو تباہ
لڑے خوب ڈٹ کر سنے اب سپاہ

سُنا جب یہ حارث نے اسکا کلام
چلا فوج چین لے کر وہ با انتظام

براہیم بھی لے کے لشکر چلا
اُدھر فوجِ زنگی میں یہ غل مچا

کہ ہشیار باش اے جوانِ جری
سنبھل کر انھیں کاٹنا تم ذری

اُدھر سے بھی تلوار چلنے لگی
قضا رکی وہاں دال گلنے لگی

اسے کاٹا اس کو فنا کر دیا
خوشی سے تہِ تیغ سر دھر دیا

تہِ تیغ لاکھوں جواں ہو گئے
دلاور وہ بن بن کے خود کھو گئے

کئی روز آخر لڑائی رہی
جو قسمت میں تھی وہ بُرائی رہی

شکست وغا فوج کھاتی رہی
ظفر یابی کے دم دکھاتی رہی

پھر آخر کو اِک دن ہوئی وہ فرار
سبھی فوجِ زنگی بصد دلفگار

ہوئے پھر تو مجبور دونوں جواں
براہیم اور حارثِ پہلوان

سوئے شام پھر وہ روانہ ہوئے
بڑے چاؤ سے اس طرف کو گئے

طوغان و مرغان ترک محمد حنیف کی کمک کو لشکر لیکر آرہے تھے کہ راستہ میں افواج چین سے مڈبھیڑ ہو گئی اور بفضلِ الٰہ فتحیاب ہو کر دمشق کو روانہ ہوئی

چلے گھر سے طوغاں تھے جبکہ ادھر ۔۔۔ تو مرغانِ جنگی کو دی تھی خبر
کہ آؤ برادر ذرا میرے ساتھ ۔۔۔ دلائیں چلو بھائی کو ہم نجات
چلے جا رہے تھے بصد شادکام ۔۔۔ سوئے شام اپنی اٹھائے لگام
سنائی یہ جاسوس نے آ خبر ۔۔۔ کہ لشکر ہے چینی بھی ٹھیرا اُدھر
کہا۔ ساتھ ہیں اُس کے نو لکھ سوار ۔۔۔ وہ کہتے ہیں جاں شہ پہ ہر دم نثار
فلاں جا پہ اُن کا ہوا ہے قیام ۔۔۔ کمربستہ رہتے ہیں ہر دم مدام
سنا جب یہ طوغاں نے اُسکا سخن ۔۔۔ تو مرغاں سے بولا کروں کیا جتن
بجز اس کے ہوگا نہ ہرگز بھی کام ۔۔۔ کہ لیجائیں میداں میں فوجیں تمام
اسیوقت تیار لشکر ہوا ۔۔۔ ہر اک چست و چالاک افسر ہوا
رہے منتظر موقع کے وہ جری ۔۔۔ شبِ غم نے کی آکے واں رہبری
کیا ڈاؤن ڈٹ کر یہ اعلیٰ تریں ۔۔۔ کہ چپکے سے شبخوں مارا وہیں
تہِ تیغ لاکھوں جواں کر دیئے ۔۔۔ ہزاروں گلے کاٹ کر دھر دیئے
کیا اُنپہ دھاوا جو یک لاکھ سے ۔۔۔ وہ خود جان کھو بیٹھے اس ساکھ سے (ناموری ۱۲)
فنا کر دی ساری سپاہِ لعیں ۔۔۔ لگائے تھے لاشوں کے تودے وہیں
اسی طرح لشکر ہوا سب تباہ ۔۔۔ رہی کچھ نہ باقی وہاں پر سپاہ
ہوا شاہِ چیں کا وہ لشکر خراب ۔۔۔ تو مالِ غنیمت ملا بے حساب
کیا اُس کو تقسیم سب نے وہیں ۔۔۔ بخاطر شگفتہ بہ لطفِ مبیں
کیا کوچ واں سے سحر کو ادھر ۔۔۔ سوئے شام وہ چل دیئے بے خطر
روانہ ہوا قافلہ سوئے شام ۔۔۔ چلے کوچ در کوچ کرتے مقام

یونہیں لڑتے اور مرتے جاتے تھے وہ — شرف باریابی کا پاتے تھے وہ
کہ اتنے میں سب وہ جواں مل گئے — جو امداد کو بھائی کی آئے تھے
چلے پھر تو باہم یہ لشکر سبھی — ملے بوحنیفہ سے جا کر ابھی
سنی نے یزیدِ لعیں کو بھی جا — خبر بوحنیفہ کی دی برملا
سنا تو ہوا اس کے دل کو ملال — کہا اس نے مروان سے سارا حال
بتا تو ہی تدبیر اے اخی — مصیبت کا ہے سامنا اس گھڑی
ظفر یاب تو بوحنیفہ ہوا — فنا سارا لشکر ہمارا ہوا
یہی ذکر تھا کہ وہاں وہ جواں — شہر کے قریں آگئے ناگہاں
مچا شور ہر سو یہی شام میں — کہ مشکل ہے اب ایسے ہنگام میں
بچانا ہر اک شخص کو اپنی جاں — یہی رو کے کہتے تھے پیر و جواں
بجا فوج کا باجہ جس دم وہاں — تو مضطر ہوا سن کے ہر نوجواں
یزیدِ لعیں کو بھی پہونچی صدا — رہے ہوش باقی نہ اس کے ذرا
بلا افسروں کو یہ اس نے کہا — ابھی جا د میداں میں تم برملا
اٹھا خود بھی غمگیں اور دردمند — ہر اک شہر والے کو پہنچی گزند
چلا ساتھ لے کر وہ اپنے سوار — بتاتے ہیں سب چودہ لکھ کا شمار
چلے پیادہ بھی تیس لکھ ساتھ میں — لئے نیزے اور تیر کو ہاتھ میں
تھے ہاتھی بھی ہمراہ کل دو ہزار — کھڑے تھے وہ باندھے ہوئے سب قطار
چلے بوحنیفہ ادھر سے شتاب — اٹھائے ہوئے گرز سینہ کباب
اور اک ہاتھ میں ذوالفقارِ علی — لئے تھے برہنہ وہ حق کے ولی

چلے شیر غراں وہ لے کر وہاں
کیا وار بسم اللہ کہکر اُدھر
گھُسے فوج میں اس طرح وہ جری
وہ اس طرح مارے گئے سب جری
چلی پھر تو تلوار اس شان سے
زباں پر یہ اُس کی تھا جاری بیاں
سنی بوحنیفہ کی جب یہ صدا

جہاں پر تھیں فوجیں کھڑی بیگیاں
توکل پہ مولا کے رکھ کر نظر
کہ جس طرح بھیڑوں میں ہوا تبری
کہ دامن جھٹکتی قضا تھی کھڑی
نہ باقی بچا کوئی بھی جان سے
دلاور جو آئے تھے لڑنے یہاں
گئے کانپ صدمے سے وہ پُرجفا

یزید کا اپنے دل میں منزان لگانا کہ تین بادشاہوں کی ستائیس لاکھ افواج اہل اسلام کے ہاتھ سے قتل ہو گئی اب کیوں کر میں ان سے جانبر ہو ہو سکتا ہوں

سناتا ہوں تفصیل تجکو یہاں
مدد کی تھی زنگی نے آکر یزید
جبش کا تھا یہ بادشاہِ لعیں
سپاہ اس کی تھی گیارہ لکھ اے اخی
چڑھے رومی بھی لیکے نو لکھ جواں
مسیب کے ہاتھوں سے مارے گئے

لڑائی میں مارے گئے جو جواں
سوارانِ جنگی سے آیا پلید
چڑھا فوجیں لے کر ادھر بد قریں
وہ دستِ براہیم سے سب کٹی
مدد کو وہ آئے تھے اے مہرباں
قضا کے وہ سب گھاٹ اُتارے گئے

کمک کے لئے آیا تھا شاہ چیں
اُسے مارا طوغاں نے آکر شتاب
وہ لایا تھا نو لاکھ جنگی جواں
مگر چرخ نے اس کو رکھا نہ شاد
تا مل سے میزان جب ہم نے کی

جھکائے ہوئے سر کو اندوہگیں
فنا کر دیئے سارے خانہ خراب
بڑے جنگجو اور بڑے پہلواں
پھرا ایک بھی گھر نہ وہ با مراد
تو تعداد اُنتیس ۲۹ لکھ تھی اخی

حضرت محمد حنیف صاحب کا دمشق میں فتح پانا اور مروان کو زندہ گرفتار کر کے آگ میں جلانا یزید کا فرار ہو کر قلعہ میں پناہ لینا بعد ازاں اپنے کو چھت سے گرا کر جہنم واصل ہونا

ہوئے جبکہ فی النار سارے پلید
وہ سمجھا کہ اب میں بچوں گا نہیں
ہوا پھر وہ دہ لکھ فوج لے کر فرار
تعقب کیا بو حنیفہ نے جا
زمیں پر بچھا ساری دی مار کر
ظفر کا بجا پھر تو ڈنکا وہاں
کسی نے جھپٹ دابا مروان کو
بدی کا نتیجہ بدی مل گیا

تو زائل ہوئے پھر حواس یزید
لڑائی بھی ہو ختم یاں بالیقیں
سوئے شام بھاگا وہ ہو کر فرار
فنا کر دیئے سینکڑوں بے حیا
وہ بھاگی تھی جتنی گئی دم میں مر
بفضل خدا سب ہوئے شادماں
کیا خاک آتش نے ذی شان کو
دیا آگ میں اس کو فوراً جلا

یزید لعیں بھی جھپٹ کر اُدھر ۔ چھپا قلعہ میں جا کے وہ فتنہ گر
کیا اس کا دروازہ فوراً ہی بند ۔ کہ پہونچے نہ دشمن کو کوئی گزند
چلے آرہے تھے تعاقب کئے ۔ شہ بو حنیفہ فرس پر چڑھے
وہ جب آئے دروازہ پر شہر کے ۔ ہر اک سمت تکتے تھے وہ ٹھہر کے
چڑھی در پہ جوڑی تھی اک آہنی ۔ سراپا بنی تھی وہ سب ارمنی
گئے اُن کے دو ٹکڑے اک آن میں ۔ جو باہر لگے تھے وہ ایوان میں
گھسے قلعہ میں لے کے لشکر تمام ۔ جوانانِ شہ زور عالی مقام
کیا قبضہ ہر چیز پر جابجا ۔ ظفر یابی کا پھر تو ڈنکا بجا
بتاتے ہیں فوج لعیں کا شمار ۔ تھی پچیس لکھ پندرہ ہزار
ہوئے قتل سب کے سبھی اشقیا ۔ وہ بازاروں میں شام کے برملا
گلی کوچوں میں خوں کے نالے بہے ۔ ہر اک جا پہ مردے پہ مردے پڑے
ہوا بال بیکا نہ اسلام کا ۔ کہ نرغے میں تھا ملک سب شام کا
یزید لعیں نے جو دیکھا یہ رنگ ۔ گرا چھت پہ ٹکر وہ پھر بیدرنگ
جہنم سے واصل ہوئی اسکی جاں ۔ گئی چھوٹ کر روح تن کا مکاں
لکھا ایک راوی نے یہ بھی ہی حال ۔ کہ جا کر حمص میں مرا بد سگال
حمص شام کا شہر ہے اک بڑا ۔ وہیں پر جہنم یہ واصل ہوا
خدا جانے قصہ ہے کیا یہ اخی ۔ سمجھتا ہے بھیدوں کو اپنے وہی
ہوا بو حنیفہ کو اس کا بھی رنج ۔ طبیعت وہ رکھتے نہ تھے سفلہ سنج
غرض اس قدر مارے اعدا وہاں ۔ کہ صدمے سے کانپا فلک بیگماں

جدھر دیکھا لاشوں کا انبار تھا — زمیں کا طبق سارا خونبار تھا
یہ دی ہاتفِ غیب نے پھر ندا — کہ بس کر محب میرے اب تو ذرا
کئے ہیں نئے کافر بھی پیدا سبھی — نظر کر ترا جسم کی ان پر ذری
سنی بوحنیفہ نے جب یہ صدا — کہا صبر کیوں کر کروں اے خدا
نہیں چین یارب مجھے آتا ہے — جگر صدمے سے سب پھٹا جاتا
قسم میں نے بیشک یہ کھائی ہے اب — کہ ماروں گا کفار بہر طرب
کروں گا میں اس درجہ کارزار یوں — کہ بہ جائے گا ملک میں خوں ہی خوں
نہ ٹھیرے گا جنتک کہ گھوڑا مرا — کئے جاؤں گا خون میں بر ملا
قسم میں نے کھائی ہے تیری خدا — نہ مانوں گا ہرگز میں اے کبریا
وہیں آیا دریائے رحمت میں جوش — ہوا حکم بارش کو برسے بہوش
ہوئی پھر تو بارش وہاں اس قدر — کہ سب خوں میں پانی ملا سربسر
بھرے تھا وہ گھوڑا ابھی خود تیرتا — ترا حم کے پانی میں وہ تیرتا

شعلۂ نور کا ظاہر ہو کر زبان حال سے محمد حنیف کا شکریہ ادا کرنا بعد ازاں حضرت امام زین العابدین کا زنداں سے نجات پانا

ظفر جب ہوئی ان کو بالکل نصیب — تو منبر پہ فوراً وہ آئے خطیب
کیا شکر دل سے خدا کا ادا — وہ اپنے نبیؐ کی بھی کرتے ثنا
شہیدانِ کرب و بلا پر درود — ادا کی انھوں نے بحق ودود

یہی ذکر کرتے تھے بیٹھے وہاں — کہ اک نور پیدا ہوا بے گماں
سراپا وہ قبہ تھا اک نور کا — بنا جلوہ گو یا تھا وہ طور کا
نظارا کیا بوحنیفہ نے جب — تو اسنے کہا تو بتا مجھ کو اب
قسم ہے تجھے شاہ لولاک کی — قسم ہے تجھے خالق پاک کی
تو ہے کون مجکو بتا تو ذری — ہوئی کس لیئے یاں پہ جلوہ گری
ہوا پھر وہ ظاہر بشکل بشر — اُسے دیکھتے تھے سب اہل نظر
کہا میں تو ہوں روح سبط نبی — اچنبہ تجھے کیوں ہوا اے اخی
کیا ظالموں نے ہے مجھ کو شہید — بُلا کر وطن سے بروز سعید
لیا تو نے بدلہ ہے اشرار سے — تظلم کی گو یا کہ سرکار سے
تجھے کہنے آیا ہوں میں مرحبا — لے جاتا ہوں ہشیار اے دلربا
ہوا آخرش نور غائب وہ سب — کھڑے منہ کو تکتے تھے اہل عرب
اُٹھے اور زنداں کے در پر گئے — اُسے بند پایا تو غصے ہوئے
اُٹھا کر زپھاٹک کے در پر دیا — اُسے چُور دم بھر میں سب کر دیا
گئے قید خانہ کے اندر شتاب — ملے اُم سلمہؓ سے با اضطراب
کہا۔ اُم سلمہؓ نے پھر یہ پکار — اُٹھو عابد خستہ سینہ فگار
چچا لو تمہارے یہ اب آگئے — مصیبت کے دن پیٹھ دکھلا گئے
گئے۔ بوحنیفہ بھی ہنستے ادھر — کھڑے تھے جہاں پر وہ خستہ جگر
ملے آکے سینہ سے با اضطراب — بصد زور ہاتھوں کی کاٹی طناب
ہوئے پھر بغلگیر با صد خوشی — قدم چومتے تھے وہ بنت علیؓ

برادر کو روتے تھے وہ یاد کر　　پدر کو یہ روتی تھی فریاد کر
تہلکہ مچا تھا وہ زیرِ فلک　　کہ روتے تھے صدمہ سے بیٹھے ملک
غضب ہے یہ کیسا کہ ابنِ علی　　گیا جان سے مارا ہے ہے ابھی
مچا تھا یہ کہرام زندان میں　　نکلتی تھی جان غم سے ارمان میں
سبھی رو رہے تھے بہ دردو بکا　　نہ تھا ہوش جان کا کسی کو ذرا
فراغت ہوئی رونے سے جس گھڑی　　تو کی اُمِ سلمہؓ نے عزت بڑی
اٹھیں بو حنیفہ کی پیشانی پر　　دیئے خوب بوسے بصد کر و فر
بڑی دیر تعریف کرتی رہیں　　عنایت پہ سو جاں سے مرتی رہیں

حضرت محمد حنیفہ صاحب کا حضرت زین العابدین کو مسندِ امامت پر بٹھانا

اُٹھے بو حنیفہ بھی ہو شاد شاد　　دیا حکم فوراً یہ با اتحاد
کہ اک تخت تیار ہو زرنگار　　بٹھائیں گے اس پر شہِ نامدار
بنائیں گے عابد کو ہم اپنا شاہ　　رہے گی یہ زیرِ نگیں سب سپاہ
اسیوقت سب کام پورا کیا　　بہ لطفِ خدا شاد ہر اک ہوا
یزیدِ لعیں کی بھی اے مہرباں　　رکھی فوج اب سے ہلالی نشاں
اسیوقت پوشاک شاہی پہنا　　بٹھا تخت زریں پہ عابد دیا
بجے شادیانے کے ڈنکے وہاں　　ہوا شاد دل سے ہر اک نوجواں
پڑھا خطبہ عابد کے پھر نام کا　　بجا چار سو ڈنکا اسلام کا
وہاں بو حنیفہ بھی رہتے سدا　　ہر اک کار خدمت وہ لاتے بجا

سبھی اہلِ دربار تھے شادماں — خوشی سے مگن تھا ہر اک نوجواں
انھیں یاد آیا جب اپنا وطن — ہوئے سخت بیتاب سینہ فگن
گیا سب کو رخصت یہ لطف تمام — حکومت کے سارے کئے آپ کام
ہوئے جاری احکام شاہی بفور — ہر اک کار دنیا پہ کرتے وہ غور
رہا کرتے پھر تو سدا وہ خوشی — نہ تھا بھولتا عیش ان کو کبھی
مگر یہ چرخ کو کب گوارا ہوا — ملال اک نیا پھر دوبارا ہوا
کسی نے خبر دی یہ آکر شتاب — کہ کچھ خفیہ سازش ہوئی ہے جناب
سحر کو فلاں جا پہ کچھ خارجی — عداوت کے ساماں کریں گے سبھی
نہیں اس کا معلوم کچھ ہے پتہ — کہ کیوں کرتے ہیں یہ خصومت بھلا
سنا جب یہ عابد نے اُن کا کلام — پھنسے غم کے دریا میں وہ شادکام
کہا بو حنیفہ نے باصد عتاب — ہوا آپ کو کس لئے اضطراب
نہ کچھ خوف اس کا ذرا کیجئے — خدا سے مدد ہر گھڑی لیجئے
سنا جب یہ عابد نے انکا سخن — گیا دل سے سارا وہ رنج و محن
کہا پھر چچا سے یہ اس نے شتاب — دکھائیں انھیں آپ نیچا جناب
ہوئیں جلد تیار فوجیں تمام — لڑائی کا سارا کیا انتظام
چلے بو حنیفہ ادھر سے اُدھر — لئے ساتھ لشکر بصد کر و فر
گیا ساتھ ان کا وزیر دلیر — علی اور اکبر جو ہے مرد شیر
بصد شادمانی وہ پہونچے وہاں — ہوئے جمع تھے جملہ اعدا جہاں
ہوئے دیکھ کر ان کے منہ سارے فق — ہوا رنج سے دل بھی سینہ میں شق

ادھر فوجوں کو حکم یہ پھر ملا
چلی پھر تو تلوار ایسی وہاں
وہاں ایک بھی تو نہ دشمن بچا
نظر کی تو بہتی تھی رو خون کی
ہوا کفر غارت مٹا دل کا داغ
ہوئی بوحنیفہ کو بے حد خوشی
وہ سیلاب تھا تیر تا تھا سمند
مگر ہاتھ پھر بھی نہ روکا ذرا
خدا کو نہ یہ بات آئی پسند

نیاموں سے تلوار کر او جدا
کہ دریا ہے خون کے ہر سو رواں
ہر اک جا کے داخل جہنم ہوا
نہیں لیتا تھا کوئی بھی دم کی
جلے شادمانی کے ہر سو چراغ
گئے قتل دم بھر میں لاکھوں جری
بہت بے تکلف بہت بے گزند
جفا پر جفا کرتے تھے برملا
وہیں جوش رحمت ہوا پھر بلند

ندائے غیبی کا آنا اور محمد حنیف صاحب کا قتل اعدا سے محترز و مجتنب ہو کر ایک غار میں ہمیشہ کے لیے چلا جانا

ندا دی یہ اس نے بہ لطف و عطا
اگر تیرے ہوتے یہ پیدا کئے
ندا جس گھڑی آئی یہ کان میں
ہوئے وہ پریشان سن کر یہ بات
گئے غار میں وہ بحکم خدا
بہت ڈھونڈا یاروں نے جا کر وہاں

نہ کر بوحنیفہ تو ان پر جفا
تو اک بھی نہ بچتا بلا جان دیے
نہ تھے محو حیرت وہ ارمان میں
اُترائے گھوڑے سے عالی صفات
نہ پایا کسی نے پھر اُن کا پتا
کسی نے بھی ہر گز نہ پایا نشاں

علی اور اکبر بھی گریاں کھڑے
انھیں ڈھونڈنے پر بہت تھے اڑے
کسی نے خبر دی یہ عابد کو جا
کہ عموی تمہارا بلا میں پھنسا
گئے سنتے ہی دوڑے وہ بھی اُدھر
نہ ان کی کسی سے ملی کچھ خبر

ندائے غیب کا حضرت عابد کو خبر دینا کہ ہم نے محمد حنیف کو اپنے پاس بلا لیا تم فکر نہ کرو

ندا غیب سے آئی یہ برملا
کہ عابد نہ کر جستجو تو ذرا
بلا اس کو ہم نے لیا اپنے پاس
نہ ہو اس کے غم میں تو ہرگز اداس

دوسری روایت مع الخیر اپنے وطن کو پہونچنا محمد حنیف صاحب کا اور حضرت امام زین العابدین کا

لکھا ایک راوی نے اس طور بھی
سنیں آپ اس کو کریں غور بھی
ہوئی جب ظفر ان کی ہر سو عیاں
تو عابد کو سلطاں بنایا وہاں
رہے ساتھ ہیں ہر گھڑی آپ بھی
حکومت کے سب کام کرتے وہی
ہوا یاد اک دن جب اپنا وطن
کئے گھر پہ جانے کے لاکھوں جتن
بصد یاس رخصت انھیں کر دیا
و سنگ جدائی کو دل پر رکھا
وہ پہونچے بہ عیش و نشاط اپنے گھر
رکھی حق نے ان پر ہمیشہ نظر

لکھا ایک جا پہ ہے یہ بھی بیاں	کو عابد مکاں پر گئے بے گماں
یزید لعیں نے انھیں چھوڑ کر	کہا کیا چلے جاؤ تم اپنے گھر
غرض بو حنیفہ لڑے دُور دُور	لکھا ہے کتابوں میں گوہر ضرور

دعا بدرگاہ ربّ العلا

الٰہی تو کر پوری حاجت مری	عنایت سے تیری ہے راحت مری
الٰہی تو کر نامرادوں کو شاد	ہر اک پوری کر ان کے دل کی مراد
ملا اُن کے مقصد دلی سب تمام	چھڑا قیدیوں کو بھی یا ذوالانتقام
شفا دے تو بیماروں کو اے کریم	نہیں کوئی تجھ سا جہاں میں حکیم
قرضداروں کو قرض سے کر بری	مراد دلی کی بھلا تو کھلی
رہے انکو قرضہ کا ہرگز نہ عشق	عطا کر انھیں حسب خواہش تو رزق
پڑھے جنگ نامہ جو با اعتقاد	خدا اس کی پوری کرے سب مراد
ملے گی اُسے آخرت میں نجات	کہ فرمائے گا کبریا التفات
الٰہی یہی تجھ سے ہے التجا	بحق نبی اور آلِ عبا
غنی جس طرح تو نے اُن کو کیا	مجھے بھی تو کر لطف سے کچھ عطا

بس اب روک گوہر قلم کو یہیں
تجھے آگے لکھنے کی حاجت نہیں

تمت بالخیر

قطعہ تاریخ طبع کتاب ہذا از نتیجہ فکر گوہر علیخاں گوہر رامپوری مصنف مثنوی خاکپائے شعرا

دیکھ لو آئینہ کرب و بلا	شاہ ہیں اور اشقیا کی فوج ہے
جنتی ہے کوئی ۔ کوئی دوزخی	اک کو پستی اک کو حاصل اوج ہے

طبع کی اس کے جو گوہر فکر کی
بولا ہاتف ۔ بحر غم کی موج ہے
۱۳ ۴ ۴ ہجری

قطعہ تاریخ بصنعت تعمیہ جنگ نامہ یزید مصنفہ جناب منشی گوہر علیخاں گوہر رامپوری شاگرد حضرت محمد احسان علیخاں صاحب مرحوم احسان رامپوری از نتائج افکار ناظم بے بدل اور ناثر بے مثل جناب منشی حاجی محمد اسمٰعیل خاں صاحب صبر ملقب بہ بلبل تسلیم

وہ افسانہ گوہر نے سب لکھا ہے	بڑے وقت کا حال ہے ۔ اچھا ہے
نہ پہلے ہوا ایسا ظاہر نہ اب	ستم سا ستم تھا غضب سا غضب
یزیدی ہوئی جنگ ایسی پلید	کہ سبط نبی بھی ہوئے ہیں شہید
یہ ہے وقت تحریر مجھ کو قلق	قلم کا جگر ہے مری طرح شق
الم پر الم ہو بہ فرق الم	لکھو صبر تاریخ ۔ با فکر غم
	۳ ۴ ۳ ۱۳ ھ

قطعہ تاریخ جنگ نامہ یزید مصنفہ جناب منشی گوہر علیخاں گوہر رامپوری شاگرد حضرت احسان رامپوری ۔ از نتیجہ فکر شاعر نازک خیال ناظم بے مثال جناب مولوی محمد محمود خاں صاحب محمود رامپوری شاگرد رشید جناب استاد داغ دہلوی مرحوم

شہید کربلا مظلوم و مغموم	حسین ابن علی شاہ حجازی

وہ سبطِ مصطفیٰ محفوظ و معصوم	امام الاولیا۔ صائم نمازی
کیا کیا ظالموں کے جبر پر صبر	زہے سرداری و امت نوازی
لڑائی کیسی کس کا قتل ہونا	یہ تھی اس عشق کی نیرنگ سازی
لیا بدلہ حنیفِ شیر دل نے	سنی جب مفسدوں کی فتنہ سازی
بہایا خون کا اعدا کے دریا	مٹا دی اُن کی ساری ترکتازی
کیا وہ خون پانی ایک ان کا	کہ ناری بھولے سب روباہ بازی
عجب گوہر علی خاں نظم گو ہیں	جنھوں نے کی ہے یہ گوہر طرازی
سنی ایسی نہ دیکھی نظم گویا	زمینِ شعر میں ہے یکہ تازی
اگر پوچھے کوئی محمود تاریخ	کہو۔ نفسِ بیانِ جنگِ غازی
	۱۳۴۴ ہجری

قطعہ تاریخ طبع جنگ نامہ یزید مصنفہ جناب منشی گوہر علی خاں صاحب گوہر رامپوری۔ ازاحقر غلام حضرت خانِ حاذق رامپوری۔ پنشنر پروفیسر رامزے کالج الموڑہ۔

نظمِ گوہر نے بہ ایوانِ سعید	مرحبا پہنا لباسِ خوب طبع
مجھ سے فرمایش ہے سالِ طبع کی	لکھ دی اے حاذق کہ۔ ہے مرغوب طبع
	۱۳۴۴ھ

ایضاً

چھپ چکی نظمِ گوہرِ خوش گو	آج جس کی نظیر ہے معدوم
طرزِ جور و جفائے شمر و یزید	طورِ صبرِ ائمۂ معصوم
شانِ جنگِ حنیف خنجر زن	جملہ حالات اس میں ہیں غرض مرقوم
مادہ سالِ طبع کا حاذق	کر رقم۔ گنجِ گوہرِ منظوم
	۱۳۴۴ ہجری المقدس

قطعہ تاریخ جنگ نامہ یزید مصنفہ منشی گوہر علیخاں گوہر رامپوری طبعزاد محمد رشید احمد خاں رشید رامپوری تلمیذ افضل الشعراء عالیجناب حضرت محمود رامپوری مدظلہ العالی۔

کیے تصنیف بھائی گوہر نے — واقعاتِ شہِ امامِ امم
وہ جو اتانِ اہلبیت کا صبر — اور وہ اشقیائے ظلم و ستم
وہ گروہ یزید کی پرخاش — وہ امامِ جہاں کا لطف و کرم
وہ بیابانِ کربلا کی جنگ — وہ محبانِ سرفروش بہم
وہ دلیری وہ رزم دشمن سے — وہ شہادت کا شوق رنج نہ غم
وہ مدینہ میں یہ خبر سنکر — چار سو اہلبیت کا ماتم
پھر وہ حضرت حنیف کا غصہ — عہد وہ انتقام کا محکم
پھر وہ ذلت سے کوفیوں کا قتل — پوری کرنی خدا کو ان کی قسم
جنگ نامہ غرض یہ جیسا ہے — ہوا اب تک نہ ہوگا ایسا رقم
فکر تاریخ کی جو میں نے رشید — بولا مجھ سے یہ سر جھکا کے قلم
لکھدو یہ سال طبع و تصنیف — جنگِ حضرت حنیف اہلِ کرم

۱۹۲۵ء

دیگر

گوہر نے کیا ہے خوب تصنیف — حال رزمِ شہِ حجازی
لکھدے یہ رشید مصرعِ سال — جنگِ عادل حنیف غازی

۱۳۴۴ ہجری

یہ کتاب نیز دیگر قسم کی کتابیں ملنے کا پتہ — گوہر علیخاں گوہر تاجر کتب رامپوری یوپی

ہمیں جو دیکھ لیتا ہے وہ شیدا ہو ہی جاتا ہے

ناظرین ہم گلشن نعت کے وہ پھول ہیں جن کی رعنائی و زیبائی طالبان خدا و رسول کو اپنا گرویدہ بنالیتی ہے۔ اگر آپ کو اس چمن بے خزاں کی سیر درکار ہے تو ہم سے طلب کیجئے اور لطف اٹھائیے۔ ہم میں سے ہر ایک مولود شریف کہلاتا ہے اور ہم کو پڑھنے والا مداح رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا خطاب پاتا ہے یعنی اپنا نام بھی بتائے دیتے ہیں۔

نام کتاب	قیمت	نام کتاب	قیمت
گلزار اکبر	۵ ر	مولود شریف جدید	ر
میلاد گوہر	عہ ر	میلاد غوث پاک اردو	ہر
دیوان اکبر	۸ ر	میلاد محمدی	۶ ر
مدینہ کا چاند	عہ ر	میلاد رسول ﷺ	۴ ر
مولود بہار ولادت	۸ ر	روایت یہودی نابینا	۱ ر
مولود بہار خلد	۸ ر	روایت اسمٰعیل ذبیح اللہ	۲ ر
میلاد اکبر	عہ ر	ذکر ملبوس	۲ ر
زیور ایمان	عہ ر	خلت ابراہیم	عہ ر
روایت بلال	۲ ر	انصاف کی جھلک	۵ ر
انس عید	۱ ر	گوہر غوثیہ عرف بہار بغداد	۱۰ ر
مولود سعدی	۲ ر	مدینہ کا پھول	۵ ر
مولود سعیدی	۲ ر		

ملنے کا پتہ

محب علی خاں خلف اکبر گوہر علی خاں گوہر تاجر کتب رامپور یوپی